احیائے اسلام و امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

اکتوبر 2017ء

حسنین کریمین علیہما السلام
آقا ﷺ کے گلشنِ کے دو پھول

تحریک منہاج القرآن ہی کیوں؟

یوم تاسیس پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا فکر انگیز پیغام

سہ روزہ دورۂ علوم الحدیث

مسلم یوتھ کو انتہا پسندی
سے بچانے کا عالمگیر تربیتی پروگرام
ناروے میں **الھدایہ کیمپ**
کا انعقاد خصوصی رپورٹ

میثاقِ مدینہ کی روشنی میں
پاکستانی معاشرے کی تشکیلِ نو

پاکستان عوامی تحریک کے
انٹرا پارٹی انتخابات

مسلم یوتھ کو انتہا پسندی سے بچانے کا عالمگیر تربیتی پروگرام الہدایہ کیمپ (ناروے)

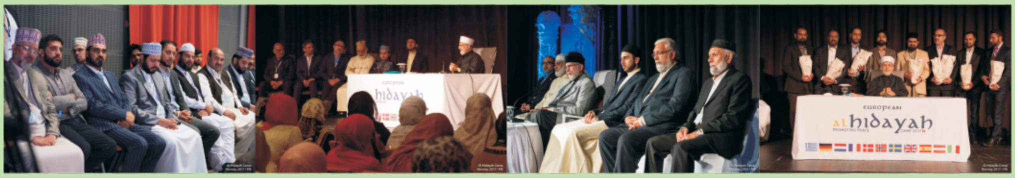

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

جلد شمارہ | محرم۔صفر ۱۴۳۹ھ | اکتوبر 2017ء

بفیضانِ نظر

قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز

زیرِ سرپرستی

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مدظلہ

زیرِ نگرانی

ڈاکٹر حسن محی الدین قادری | ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

چیف ایڈیٹر نوراللہ صدیقی

ایڈیٹر محمد یوسف

ڈپٹی ایڈیٹر طالب حسین سواگی

ایڈیٹوریل بورڈ

محمد فاروق رانا، عین الحق بغدادی
محمد رفیق نجم، محمد ندیم چودھری

مجلس مشاورت

صاحبزادہ فیض الرحمٰن درانی، خرم نواز گنڈاپور
احمد نواز انجم، جی ایم ملک، تنویر احمد خان
سرفراز احمد خان، منظور حسین قادری، غلام مرتضٰی علوی

قلمی معاونین

مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی، پروفیسر محمد نصراللہ معینی
ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، پروفیسر محمد الیاس اعظمی
ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی، علامہ شہزاد مجددی
محمد افضل قادری

کمپیوٹر آپریٹر محمد اشفاق انجم گرافکس عبدالسلام
خطاطی محمد اکرم قادری عکاسی قاضی محمود الاسلام

حسنِ ترتیب

اداریہ۔۔ روہنگیا مسلمانوں کے ساتھ ظلم و بربریت	چیف ایڈیٹر	3
(القرآن)۔ حسنینِ کریمین: آقا کے گلشنِ دنیا کے دو پھول	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری	5
(الفقہ)۔ حیات دنیوی، حیات برزخی، حیات اخروی	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	14
تحریکِ منہاج القرآن ہی کیوں؟	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری	17
میثاقِ مدینہ کی روشنی میں پاکستانی معاشرے کی تشکیلِ نو	ڈاکٹر حسن محی الدین قادری	25
قدوۃ الاولیاء حضور پیر سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانیؒ۔ سالانہ عرسِ مبارک	رپورٹ: محمد شہزاد رسول	32
سہ روزہ دورۂ علوم الحدیث	خصوصی رپورٹ	37
محترم صاحبزادہ فیض الرحمٰن درانی کی یاد میں تعزیتی ریفرنس	رپورٹ: طالب حسین سواگی	40
MES فرید ملت سکالرشپ ایوارڈ کی تقریب	رپورٹ: راشد حمید کلیامی	46
ناروے: الہدایہ کیمپ	رپورٹ: حیات الامیر خاں	52
پاکستان عوامی تحریک کے انٹرا پارٹی انتخابات	رپورٹ: عبدالحفیظ چودھری	54

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ
www.minhaj.info
www.facebook.com/minhajulquran
email:mqmujallah@gmail.com (مجلّہ آفس و سالانہ خریداران)
minhaj.membership@gmail.com (نظامت ممبرشپ/رفقاء)
smdfa@minhaj.org (بیرون ملک رفقاء)

قیمت فی شمارہ: 35 روپے
سالانہ خریداری: 350 روپے

بدل اشتراک مشرق وسطی جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ و ریاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ

ترسیل زر کا پتہ اکاؤنٹ نمبر 01970014575103 حبیب بینک منہاج القرآن برانچ ماڈل ٹاؤن لاہور پاکستان

ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور UAN:042-111-140-140 Ext:128

حمد باری تعالیٰ

میرے رب! کُل کا آسرا تو ہے
سب ہیں مخلوق، اک خدا تو ہے

گلستانوں کو تو نے مہکایا
اور صحراؤں کی بقا تو ہے

تو نے روشن کیا ستاروں کو
مہ و خورشید کی ضیا تو ہے

وحدہٗ لاشریک ذات تری
حیّ و قیّوم اے خدا تو ہے

تو ہی رازق ہے کل جہانوں کا
ساری خلقت کو پالتا تو ہے

سارے نبیوں نے دی یہی تعلیم
لائقِ سجدہ کبریا تو ہے

ہر کڑے وقت میں مرے معبود
اپنے عابؔد کا آسرا تو ہے

(ڈاکٹر خواجہ عابد نظامیؔ)

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مُضطرِب رُوح عجب کیف و سکوں پاتی ہے
جب مری گُنبدِ خضرٰی پہ نظر جاتی ہے

دیکھ رضواں! شہِ کونین کے روضے کی بہار
زینتِ جنّتِ فردوس کو شرماتی ہے

قافلے چلتے نظر آئیں جو سُوئے طیبہ
بے قراری مری آنکھوں میں اُتر آتی ہے

بخت پہ اُس کے فِدا کوثر و تسنیم و جناں
چھُو کے جو گُنبدِ خضرٰی سے ہوا آتی ہے

زائرِ طیبہ کو جب حُکمِ وداع ہوتا ہے
خوفِ مہجوری سے بس جاں ہی نکل جاتی ہے

اُمتی ایک بھی دوزخ میں نہ جانے دیں گے
مُجھ کو " یُعطیک فترضٰی " سے سمجھ آتی ہے

یا خُدا پھر سے حضوری کی ہو توفیق نصیب
فرقتِ شہرِ نبی روح کو تڑپاتی ہے

سامنے جاؤں گا کس منہ سے دمِ حشر ان کے
فکر ہمذالی یہ دن رات مجھے کھاتی ہے

(انجنیئر اشفاق حسین ہمذالی)

روہنگیا مسلمانوں کے ساتھ ظلم و بربریت اور عالمی قوتوں کی خاموشی

1947ء میں اگست کے مہینے میں پاکستان معرض وجود میں آیا مگر آزادی کا اعلان ہوتے ہی اسلامیان برصغیر جو پاکستان کی طرف ہجرت کررہے تھے ان پر ظلم و بربریت کے پہاڑ توڑے گئے اور ان مہاجر مسلمانوں کا اس بے دردی سے قتل عام کیا گیا کہ مہاجرین کے راستے میں آنے والی نہروں اور دریاؤں کا پانی سرخی مائل ہوگیا اور جا بجا لاشیں تیرتی نظر آتی تھیں، بوڑھوں بچوں، خواتین کو بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کیا گیا، ان کے گھروں کو جلا دیا گیا، ان کے گلے کاٹے گئے اور کوئی ظلم ایسا نہ تھا جو آزادی کے ان متوالوں پر نہ ڈھایا گیا ہو۔ اگست 2017ء کا مہینہ جہاں اہل پاکستان کیلئے خوشی کا باعث تھا وہاں روہنگیائی مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کی خبروں کے حوالے سے تکلیف کا باعث بنا۔ سوشل میڈیا کے ذریعے روہنگیائی مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کی خبریں آنے پر ہر آنکھ اشکبار اور غم وغصہ کی حالت میں تھی مگر برما کے ظالم حکمران اور انتہا پسند مذہبی عناصر اس ظلم پر رتی برابر بھی نادم نہ تھے۔ گاؤں کے گاؤں نذر آتش کیے گئے، بچوں، بوڑھوں، خواتین کو زندہ جلایا گیا، ان کے سر تن سے جدا کیے گئے۔ روہنگیائی مسلمانوں کا قصور کیا تھا، آج کے دن تک کوئی بتانے کیلئے تیار نہیں۔ افسوس اقوام متحدہ سے لے کر او آئی سی تک سب نامی گرامی ادارے اس ظلم پر خاموش اور مصلحتوں کا شکار ہیں۔

پاکستان عوامی تحریک کے سربراہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری واحد قومی سیاسی رہنما تھے جنہوں نے روہنگیا کے مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم پر صدائے احتجاج بلند کی اور پریس کانفرنس کرتے ہوئے ان مظالم کی شدید الفاظ میں مذمت کی اور عالمی ضمیر کا جھنجھوڑا کہ کتوں اور بلیوں کی نسلیں بچانے والے انسانی نسل کشی پر خاموش کیوں ہیں؟ ڈاکٹر طاہر القادری نے او آئی سی کو بھی جھنجھوڑا کہ وہ جیسا بھی ادارہ ہے کم از کم مذمت کے الفاظ تو ادا کرسکتا ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری نے اقوام متحدہ کو یاد دلایا کہ 2005ء میں یو این او نے ''آر ٹو پی'' کے نام سے (Responsibilty to protect) ایک قانون پاس کیا تھا کہ اگر کوئی حکومت اپنے ملک کے اندر انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں روکنے میں ناکام ہو جائے تو وہ اقوام متحدہ کو مدد کیلئے پکار سکتی ہے۔ اس قانون کے تحت اقوام متحدہ کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ انسانی حقوق کی کھلی خلاف ورزیوں والے ملک میں بلا اجازت بھی مداخلت کرسکتی ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری نے مطالبہ کیا کہ اقوام متحدہ کو روہنگیائی مسلمانوں کے ساتھ ہونے والے مظالم کی روک تھام کیلئے متحرک ہونا چاہیے اور انٹرنیشنل فورسز کو برما میں بھیجا جانا چاہیے۔

روہنگیا کے مسلمان صدیوں سے برما میں رہائش پذیر ہیں اور برمی حکومت انہیں ایک غیر قانونی اقلیت کا سٹیٹس دیتی ہے، برمی مسلمانوں کے خلاف تشدد میں شدت 1982ء کے بعد آئی۔ 1982ء میں برما کی فوجی حکومت نے سیٹیزن شپ ایکٹ 1982ء پاس کیا جس میں روہنگیائی مسلمانوں سے کہا گیا کہ وہ 1882ء میں انگریز کے قبضہ سے قبل اپنی شناخت ظاہر کریں اور ثبوت دیں کہ وہ اس خطے میں موجود تھے۔ یہ ایک مضحکہ خیز قانون ہے جو انٹرنیشنل قوانین اور اخلاقی انسانی اقدار کے برخلاف ہے۔ اس قانون کی منظوری کے بعد روہنگیا کے مسلمانوں سے ہر قسم کے انسانی حقوق چھین لیے گئے، انہیں اندرون ملک سفر کی اجازت بھی نہ تھی، انہیں شادی کرنے، تعلیم کے حصول اور اپنی دیگر سیاسی، ثقافتی، سماجی سرگرمیوں کو آزادانہ انجام دینے سے روک دیا گیا۔ اگرچہ یہ مظالم 1947ء سے جاری ہیں مگر ظلم و بربریت میں شدت 1982ء کے بعد آئی اور 2012ء میں اجتماعی قتل و غارت گری کے واقعات نے دنیا کی توجہ حاصل کی۔ یہاں برما کی حکمران جماعت کی سربراہ آنگ سان سوچی کے منافقت پر مبنی کردار کی بھی مذمت کی جاتی ہے کہ انہوں نے خود کو انسانی حقوق کے علمبردار کے طور پر متعارف کروایا، نوبل انعام حاصل کیا اور انسانی حقوق کی جدوجہد میں قید و بند کی سختیاں بھی جھیلیں مگر روہنگیائی مسلمانوں پر ہونے والے مظالم پر اس کی مجرمانہ خاموشی پر پوری دنیا کے دانشوروں اور عوامی، سیاسی، سماجی حلقوں میں اشتعال پایا جاتا ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ ظلم وہ ریاستی طاقت کے روکنے کے اقدامات کرتی آنگ سان سوچی نے مسلمانوں کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے کہا کہ کسی کو مسائل کی

بنیاد دیکھے بغیر کسی خاص مقصد کیلئے کھڑے نہیں ہونا چاہیے۔ یہ انسانیت دشمن ریمارکس ہیں، انسانی حقوق کی تمام تنظیمیں انہیں اس پر کڑی تنقید کا نشانہ بناتی ہیں۔ جمہوری اقدار کی علامت اور لبرل ازم کا استعارہ کہلانے والے آنگ سان سوچی زیادہ دیر تک مکر و فریب پر مبنی خاموشی کا یہ ڈھونگ نہیں رچا سکیں گی کیونکہ ان کا دامن روہنگیاؤں کی نسل کشی سے داغدار ہے۔ وہ مسلسل چشم پوشی کر رہی ہیں، ان کی نظروں کے سامنے بودھا قوم پرست اور فوج منظّم طریقے سے مظالم ڈھا رہی ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق گزشتہ 4 ماہ میں 10 ہزار سے زائد روہنگیا افراد کو قتل اور لاکھوں کو گھر بار چھوڑنے پر مجبور کیا جا چکا ہے، یہ بات درست ہے کہ روہنگیاؤں کی منظّم نسل کشی کا سلسلہ ان کی حکومت سے پہلے شروع ہوا تھا لیکن یہ بھی غلط نہیں کہ مس سوچی جو عالمی طور پر اپنے ملک کی سب سے جانی پہچانی شخصیت ہیں، قاتلوں اور مقتولوں کو ایک ہی ترازو میں تول رہی ہیں۔ نسل کشی کی پالیسیوں کی حمایت میں سیاسی وزن ڈالتے ہوئے وہ اخلاقی اقدار اور اصولوں سے تہی دامن دکھائی دیتی ہیں، اس طرز عمل کے مظاہرے سے اپنے لاکھوں مداحوں کو مایوس کرنے سے انہوں نے ایک بار پھر اس حقیقت کی تصدیق کر دی ہے کہ پرکشش القابات اور انعامات کی ملمع کاری سے کوئی شخص ہیرو نہیں بن جاتا۔ کیا مس سوچی اور ان کا ملک روہنگیاؤں پر ڈھائے جانے والے مظالم اور ان کے قتل عام کا سلسلہ روک سکتا ہے؟ اس انسانی المیے کی دلخراش وسعت اور اس سے ضمیر پر پڑنے والے بوجھ سے مضطرب ہو کر غفلت شعار عالمی برادری اس قتل عام کا نوٹس لینے پر مجبور ہو گئی ہے لیکن فی الحال یہ نوٹس الفاظ تک ہی محدود ہے۔ سوچی کو اس لیے بھی تنقید کا نشانہ بنایا جا رہا ہے کیونکہ ظلم و بربریت روکنا سب سے پہلے بطور حکمران ان کی ذمہ داری ہے، اس کے بعد کسی اور تنظیم یا ادارے کی ذمہ داری بنتی ہے۔

اگرچہ انسانی حقوق کی تنظیموں نے اس کا نوٹس لیا ہے مگر یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ انسانی حقوق کی ان عالمی تنظیموں نے برما کے مظلوم مسلمانوں کو ریلیف دلوانے کے حوالے سے عملاً کوئی کردار ادا نہیں کیا۔ او آئی سی نے حال ہی میں آستانہ میں ہونے والے اجلاس میں اپنے اعلامیہ میں اس بات کا مطالبہ کیا ہے کہ اقوام متحدہ برما میں فیکٹ فائنڈنگ مشن بھیجے۔ اس کمزور اعلامیہ کا تاحال کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا اور نہ ہی روہنگیا کے مسلمانوں کے مسائل اور مصائب میں کوئی کمی آئی ہے۔ او آئی سی کو چاہیے کہ وہ فوری طور پر ایک فنڈ قائم کرے اور برما کے ہمسایہ ملک جو بخوشی روہنگیا کے مسلمانوں کو بطور مہاجر اپنے ہاں جگہ دینے پر آمادہ ہیں ان ممالک کی مالی مدد کریں۔ اس فوری ریلیف کے بعد او آئی سی کو چاہیے کہ وہ اقوام متحدہ میں یہ سوال اٹھائے کہ برما میں صدیوں سے آباد روہنگیا مسلمانوں کی شہریت اور شناخت کیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ سیٹیزن شپ ایکٹ 1982ء کے خاتمے کیلئے آواز اٹھانی چاہیے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا یہ کہنا حقائق پر مبنی ہے کہ یہی وہ واقعات ہیں جن کا دہشتگرد گروپ غلط استعمال کرتے ہوئے اپنے حق کیلئے اور اپنی قتل و غارت گری کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ اقوام متحدہ کو روہنگیائی مسلمانوں کے المیہ کو ایک انسانی المیہ سمجھتے ہوئے اس کا فی الفور تدارک کرنا چاہیے ورنہ یہ آگ صرف برما یا ہمسایہ ملکوں تک محدود نہیں رہے گی۔ برما کی حکومت کو عالمی قوانین اور انسانیت کا احترام کرنے کا پابند بنانا چاہیے۔

بہرحال حتمی بات یہ ہے کہ قتل عام کا سلسلہ تاحال جاری ہے، خواتین اور لڑکیوں کی اجتماعی آبروریزی سے لے کر تیز دھار آلات سے قتل کرنے، زندہ انسانوں کو تیز بہتے ہوئے دریاؤں میں پھینکنے اور ناقابل تصور تشدد کے دیگر واقعات حالیہ مہینوں میں پیش آئے ہیں۔ اس کی ایک توجیہہ یہ پیش کی جاتی ہے کہ میانمار عالمی قوتوں کو بسیرا بن چکا ہے اور یہاں تزویراتی حامل کے بہت سے عوامل ہیں جو بالا دست قوتوں کو اپنی طرف متوجہ کیے ہوئے ہیں۔ جو بھی حقائق ہوں لیکن انسانیت کی قیمت پر یہ سب کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ یہ بات قابل ستائش ہے کہ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن یو کے نے عیدالاضحیٰ کے موقع پر روہنگیائی مسلمانوں کے کیمپوں میں عید گزاری، انہیں عید پر تحائف دیئے، گوشت تقسیم کیا، بلاشبہ یہ عمل قابل ستائش ہے۔ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اپنی مدد آپ کے تحت کام کرنے والی یہ پہلی فلاحی تنظیم ہے جس نے روہنگیا کے مظلوم مسلمانوں تک رسائی حاصل کی۔ ہمیں منہاج ویلفیئر کے ان ذمہ داروں کی انسانیت دوستی اور اسلامی اخوت کے اس بے مثال جذبہ کے اظہار پر فخر ہے۔

(چیف ایڈیٹر)

حسنین کریمین علیہما السلام آقا علیہ السلام کے گلشن کے دو پھول

آپ ﷺ نے امام حسین علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ''یہ میرے ریحان ہیں''

خصوصی خطاب: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

ترتیب و تدوین: محمد یوسف منہاجین / معاون: محمد خلیق عامر

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی.

''فرما دیجیے: میں اِس (تبلیغِ رسالت) پر تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا مگر (میری) قرابت (اور اللہ کی قربت) سے محبت (چاہتا ہوں)''۔ (الشوریٰ، ۴۲: ۲۳)

حضور نبی اکرم ﷺ اپنے اہل بیت اطہار بالخصوص حضرات حسنین کریمین علیہما السلام سے شدید محبت فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مذکورہ فرمانِ خداوندی کے ذریعے آقا ﷺ امت پر بھی محبت اہل بیت کو واجب و ضروری قرار دے رہے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے مقام و مرتبہ اور فضیلت و شان پر جو کچھ ارشاد فرمایا، کتب حدیث ان سے بھری پڑی ہیں۔ اس موقع پر ہم ان چند احادیث کا مطالعہ کریں گے جن کے ذریعے ہمیں نہ صرف حضرات حسنینِ کریمین علیہما السلام کے مقام و مرتبہ سے آگاہی ہوگی بلکہ ان سے محبت کی ضرورت و اہمیت کا پتہ بھی چلے گا۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا.

(البخاري في الصحيح، كتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسين، ۳/ ۱۳۷۱، الرقم: ۳۵۴۳)

''(حسن اور حسین) گلشن دنیا میں میرے دو خوشبودار پھول ہیں''۔

لفظ ''ریحان'' کے معانی

لفظ ''ریحانتان'' کا معنی ہمیشہ ''دو پھول'' کیا جاتا ہے۔ غریب الحدیث کی کتب میں جب لفظ ''ریحان'' کا مطالعہ کیا جائے تو اس کے پانچ معانی ملتے ہیں مگر عام طور پر شارحین حدیث نے اس کے ایک معنی ''پھول'' پر اکتفا کیا ہے۔ ان پانچ میں سے ایک معنی ایسا ہے جس نے مجھے ایمانی فرحت اور روحانی لذت دی ہے۔ آیئے پہلے ''ریحان'' کے ابتدائی چار معانی کے اسرار و رموز کا مطالعہ کرتے ہیں اور پھر آخری معنی پر بات کریں گے جو ایمانی و روحانی حلاوت کا باعث ہے۔

۱۔ خوشبو دار پھول

''ریحان'' کا ایک معنی زمین سے اُگنے والی خوشبودار شے ہے۔ اس سے پھول کا معنی لیا گیا۔ اس معنی کے اعتبار سے بھی حدیثِ مبارک کا مفہوم واضح ہے۔ آقا ﷺ ہمیشہ جب بھی حسنین کریمینؑ کو اٹھاتے تو آپ ﷺ ان کو پکڑ کر سب سے پہلے سونگھتے تھے، پھر چومتے تھے اور چومنے کے بعد ان کو اپنے سینے سے لپٹا لیتے تھے۔

☆ یہ پیغام شہادتِ امام حسین کانفرنس کے موقع پر کیا گیا شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا ایک تفصیلی خطاب ہے، جس کا ایک حصہ نذرِ قارئین ہے۔ بقیہ خطاب کے لئے خطاب نمبر: (Gc-73، مورخہ: 14 نومبر 2013ء، لاہور) سماعت فرمائیں:

حضرت انس ابن مالک ؓ روایت کرتے ہیں کہ

سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَيُّ أَهْلِ بَيْتِكَ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَكَانَ يَقُولُ لِفَاطِمَةَ ادْعِي لِيَ ابْنَيَّ فَيَشُمُّهُمَا وَيَضُمُّهُمَا إِلَيْهِ. (جامع الترمذی، الرقم:۳۷۸۱)

''حضور نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا اہل بیت میں سے آپ کو کون زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا حسن اور حسین۔ حضور نبی اکرم ﷺ حضرت فاطمہ ؓ سے فرمایا کرتے تھے کہ میرے دونوں بیٹوں کو میرے پاس بلاؤ۔ پھر آپ ﷺ ان کو سونگھتے اور اپنے ساتھ چمٹا لیتے''۔

توجہ طلب بات یہ ہے کہ آپ ﷺ حسنین کریمینؑ کو سونگھتے کیوں تھے؟ ان کو خوشبودار پھول قرار دینے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان کے جسموں سے وہ خوشبو آتی جو دنیا کے کسی بڑے سے بڑے خوشبودار پھول سے بھی نہیں آتی تھی۔ لہٰذا آقا ﷺ انہیں سونگھتے تھے۔

ذہن میں سوال آسکتا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ جسموں سے خوشبو آتی ہو؟ اس سوال کا پیدا ہونا بھی بڑے تعجب کی بات ہے، اس لئے کہ جب آقا ﷺ کے جسم اطہر سے خوشبو آتی تھی، آپ ﷺ کے پسینہ مبارک سے خوشبو آتی تھی، حدیث کی کتابیں اور شمائل کی کتابیں ان احادیث صحیحہ کے ساتھ بھری پڑی ہیں کہ جس راستے سے آقا ﷺ گزر جاتے، لوگ آپ کو تلاش کرنے نکلتے تو راستے کی ہواؤں میں بکھری ہوئی خوشبو سے جان لیتے تھے کہ آقا ﷺ اس طرف تشریف لے گئے ہیں۔ چنانچہ ان راستوں کو تلاش کر لیتے جس راستے کی ہواؤں میں آقا ﷺ کی خوشبو آرہی ہوتی۔ جدھر سے آقا ﷺ گزر جاتے، وہاں کی ہوائیں بھی مہک اٹھتی تھیں۔

جسم اطہر تو جسم اطہر ہے، آقا ﷺ کے پسینہ مبارک میں بھی خوشبو تھی۔ صحاح ستہ میں کثیر احادیث ہیں کہ صحابہ کرام آپ ﷺ کے پسینہ مبارک کو نچوڑ کر شیشیوں میں جمع کرتے تھے اور بطور خوشبو استعمال کرتے۔ بیٹیوں کی شادی ہوتی تو شادی کے وقت انہیں جہیز میں دیتے اور اسے بطور خوشبو ان کے لباس میں لگاتے۔ ایک گھر والوں نے آقا ﷺ کے پسینہ مبارک شیشی میں بھر کر رکھا ہوا تھا اور ان کے گھر سے ہمیشہ خوشبو اٹھتی رہتی تھی، اہل مدینہ اس گھر کو حضور ﷺ کی خوشبو والا گھر کہا کرتے تھے۔

پس جب آقا ﷺ کے جسم اطہر سے نکلنے والے پسینے کا یہ عالم ہے کہ کائنات کی کوئی خوشبو اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی تو حسنین کریمین بھی تو آقا ﷺ کے جسم کا ٹکڑا ہیں، ان سے خوشبو کیوں نہیں آتی ہوگی۔

ایک صحابی آقا ﷺ کی مجلس میں بیٹھے تھے، آقا ﷺ نے کچھ تلاوت فرمائی اور ایک آیت کی تلاوت کرتے ہوئے مزاحاً محبت کے ساتھ اپنا منہ مبارک اس صحابی کے قریب کر دیا اور جھک کر اس کے منہ کے قریب آیت پڑھ دی۔ اس عمل سے آپ ﷺ کے دہن مبارک کی ہوا اس صحابی کے منہ میں چلی گئی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مرتے دم تک اس صحابی کے منہ سے خوشبو آیا کرتی تھی۔ ساری زندگی ایک بار اگر حضور ﷺ کے دہن مبارک کی ہوا میسر آجائے تو تا دم وفات اس صحابی کے منہ کی خوشبو نہیں گئی تو حسنین کریمینؑ کے جسموں کا عالم کیا ہوگا۔ حضور ﷺ کا انہیں سونگھنا بلا وجہ تو نہیں ہوگا! جن پھولوں کی خوشبو نہ آتی ہو، انہیں تو ہم بھی نہیں سونگھتے، انہی پھولوں کو سونگھتے ہیں جن میں خوشبو ہوتی ہے۔ حسنین کریمینؑ کے جسدین طیبین مشمومین کی خوشبو آقا ﷺ سونگھتے تھے۔

۲۔ اولاد

''ریحان'' کا دوسرا معنی ''اولاد'' ہے۔ اپنے اطلاق کے اعتبار سے یہ معنی بھی واضح ہے۔ آقا ﷺ کے اپنے صاحبزادگان چھوٹی عمر میں ہی وفات پاگئے تھے، لہٰذا اللہ کو منظور یہ تھا کہ حسنین کریمینؑ کو آقا ﷺ کا نواسہ ہی نہیں بلکہ بیٹا بنایا جائے۔ اس لئے حضور ﷺ انہیں ''ابنایا'' ''میرے بیٹے'' بھی کہتے تھے۔ پوتے، نواسے، بیٹے سب اولاد ہیں۔

۳۔ راحت

''ریحان'' کا تیسرا معنی ''راحت، چین وسکون'' ہے۔ حضور ﷺ نے هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا فرما کر واضح کر دیا کہ اس دنیا میں یہی تو میری راحت ہیں، انہی دو سے مجھے راحت، سکون، چین اور میرے دل کو خوشی اور مسرت ہوتی ہے۔ اگر کوئی انہیں اذیت دے گا تو گویا مجھے اذیت دے گا۔ ارشاد فرمایا:

من أحبهما فقد أحبني و من أبغضهما فقد ابغضني و من آذاهما فقد آذاني. (احمد بن حنبل، المسند، ۲/۲۸۸، رقم ۷۸۶۳)

’’جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میری ذات کے ساتھ بغض رکھا اور جس نے ان کو اذیت دی اس نے میری جان کو اذیت دی‘‘۔

کثرت کے ساتھ اس معنی کی احادیث صحاح ستہ میں موجود ہیں کہ یہ میری راحتِ جان ہیں۔ جس طرح کوئی اپنے بیٹے، بیٹیوں، پوتے، پوتیوں، نواسے، نواسیوں سے بے پناہ محبت کرتا ہو تو وہ کہتا ہے کہ میں تو انہیں دیکھ دیکھ کر جیتا ہوں، میری زندگی کی راحت ہی یہ ہیں، میری تو خوشی ہی یہ ہیں۔ ہر انسان یہ احساسات رکھتا ہے۔ یہ چرند، پرند بھی احساسات رکھتے ہیں۔ پھر آقا ﷺ کے اندر رحمت اور محبت کے احساس ساری کائنات سے بڑھ کر ہیں، اس لئے فرما رہے ہیں کہ حسن و حسین میری راحتِ جان ہیں۔

۴۔ رحمت

’’ریحان‘‘ کا چوتھا معنی رحمت ہے۔ اس معنی کا اطلاق مذکورہ حدیثِ مبارک پر یوں ہوتا ہے گویا آقا ﷺ فرما رہے ہیں کہ جس طرح مجھے اللہ تعالیٰ نے وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ کے فرمان کے ذریعے سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا اور سارے جہانوں کے لئے رحمت میں ہوں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے اس دنیا میں جو رحمت عطا کی ہے، وہ حسن و حسینؑ کی شکل میں عطا کی ہے۔ یعنی اللہ نے مجھے حسن و حسین کی شکل میں رحمت کے دو پیکر عطا کئے ہیں۔

اس فرمان سے حسنین کریمینؑ کی فضیلت اور کرامت کی طرف اشارہ ہے کہ جن دو شہزادوں کو آقا ﷺ اس گلشنِ دنیا میں اپنے لئے اللہ کی رحمت قرار دے رہے ہیں، اندازہ کریں کہ ان کی بزرگی، رتبہ، مقام، کرامت اور فضیلت کا عالم کیا ہوگا۔

آج بدقسمتی یہ ہے کہ ان کی فضیلت کا تذکرہ رفتہ رفتہ لوگوں کے دلوں سے اترتا جا رہا ہے۔ خارجیت نے لوگوں کا ایمان برباد کر دیا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ بہت سے علماء جو آج سے بیس پچیس سال پہلے دس دس دن، دس دس راتیں ذکر حسین کرتے تھے، آج ان کی زبانوں کو تالے لگ گئے ہیں۔ وہ لوگ خارجیت کے اثر میں اتنے آ گئے ہیں کہ اب امام حسنؑ و حسینؑ اور حضرت فاطمۃ الزاہراؑ اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کا ذکر کرنے کو شیعیت کہتے ہیں۔ اپنے اس عمل سے وہ ایمان سے خارج ہو رہے ہیں۔ وہ ہستیاں جن کے بارے آقا ﷺ یہ کہیں کہ یہ مجھ پر رحمت ہیں، اگر ہر لحہ ان کا ذکر کریں تو آقا ﷺ کو کتنی خوشی ہوگی! جن کو آقا ﷺ نے اپنی جان کہا، ان سے پیار کریں اور تذکرے کریں تو آقا ﷺ کو کتنی راحت پہنچے گی۔

۵۔ رزق

مذکورہ چار معانی ’’ریحان‘‘ کے تھے اب اصل معنی کی طرف آ رہا ہوں اور وہ یہ کہ ’’ریحان‘‘ کا ایک معنی رزق ہے۔ آقا نے فرمایا:

هُمَا رَیْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْیَا۔ یعنی اس دنیا میں حسن و حسین میرا رزق ہیں جو اللہ نے مجھے عطا کیا۔

☆ علامہ ابن اثیر النہایہ فی غریب الحدیث والاثر (۲:۲۸۸) میں ریحان کے تحت بیان کرتے ہیں کہ

یُطْلَقُ عَلَی الرَّحْمَةِ وَالرِّزْقِ وَالرَّاحَةِ. (ابن الاثیر الجزری، النهایة فی غریب الاثر، ۲/۲۸۸)

’’ریحان کا اطلاق رحمت، رزق اور راحت پر ہوتا ہے‘‘۔

رزق کا حقیقی معنی و مفہوم

اولاد پر ’’ریحان‘‘ کا اطلاق ہونے کا سبب بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وَبِالرِّزْقِ سُمِّيَ الْوَلَدُ رَیْحَانًا. (ایضاً)

اولاد کو رَیْحَان کہنے کی وجہ ہی یہ ہے کہ وہ ماں باپ کا رزق ہوتے ہیں۔

لسان العرب اور دیگر لغت کی کتب اٹھائیں تو رزق کی تعریف ہی یہ ہے کہ

اَلرِّزْقُ الَّذِیْ یُنْتَفَعُ بِهِ. (ابن منظور الافریقی، لسان العرب، ۱۰/۱۱۵)

’’رزق اُس شے کو کہتے ہیں جس سے نفع اور فائدہ پہنچے‘‘۔

جس شے سے نفع نہ پہنچے وہ رزق نہیں ہوتا۔ اولاد کو رَیْحَان کہنے کا سبب یہ ہے کہ اولاد ماں باپ کا رزق ہوتی ہے، ان کے کام آتی ہے، ان کا سہارا بنتی ہے اور ان سے ماں باپ کو نفع پہنچتا ہے۔

مثلاً میرے دونوں بیٹے ڈاکٹر حسن محی الدین اور ڈاکٹر حسین محی الدین مشن میں میرے سہارا بن گئے ہیں، میری ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھا لیا ہے، مجھے اطمینان قلب ہوگیا۔ اگر یہ میرے مشن کی راہ پہ نہ چلتے اور اِن سے مجھے اور میرے مشن کو فائدہ نہ پہنچتا، یا کوئی اور راہ اپنا لیتے تو یہ میرا رزق نہ ہوتے کیونکہ مجھے ان سے نفع نہیں پہنچا۔ اگر میرے مشن کو آگے بڑھائیں، اس تحریک کو آگے پہنچائیں، اپنا رات دن منہاج القرآن کے لیے فنا کریں اور آقا ﷺ کی غلامی و محبت میں خرچ کریں تو پھر نہ صرف میری حقیقی اولاد بلکہ میرے تمام کارکنان و رفقا بھی میرا رزق ہیں کیونکہ ان سب سے مجھے نفع پہنچا۔ آپ میرے مشن کو سہارا دینے والے ہیں۔ گویا رزق وہ ہوتا ہے جس سے والدین کو نفع پہنچتا ہے۔

☆ امام ابوعبداللہ بن ابی نصر الازدی **تفسیر غریب ما فی الصحیحین البخاری و مسلم** میں بیان کرتے ہیں کہ

اَلرَّیْحَان: اَلرِّزْق وَیُسَمَّی الْوَلَدُ رَیْحَانًا.

(ابوعبدالله بن ابی النصر الازدی، تفسیر غریب مافی الصحیحین البخاری و مسلم، ۲۰۰)

رَیْحَانُ کا مطلب رزق ہوتا ہے اور اولاد کو بھی رَیْحَانُ اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ رزق ہے جس سے والدین کو نفع پہنچتا ہے۔

☆ علامہ زمخشری غریب الحدیث پر اپنی کتاب ’الفائق‘ میں لکھتے ہیں کہ رَیْحَانُ اللهِ أَیْ مِنْ رِّزْقِ اللهِ. **(زمخشری، الفائق فی غریب الحدیث، ۱/ ۱۸۵)**

’’اللہ کی طرف سے جو رَیْحَانُ ہے وہ دیئے ہوئے رزق کو کہتے ہیں‘‘۔

حسنینِ کریمینؓ حضور ﷺ کا رزق کیسے ہیں؟

الغرض دیگر ائمہ جنہوں نے غرائب الحدیث پر کتب لکھیں انہوں نے ریحان کا معنی رزق لکھا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حسنین کریمین حضور نبی اکرم ﷺ کا رزق کیسے ہوئے؟

وہ رزق اس لیے ہوئے کہ اِن سے آقا ﷺ کو نفع پہنچا۔ حضور ﷺ کے دین کو نفع پہنچا۔ صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں آیا ہے کہ آقا ﷺ نے ایک دفعہ امام حسن مجتبیٰؓ کو اٹھایا، اپنی گود میں بٹھایا اور فرمایا:

اِبْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ ’’میرا یہ بیٹا سید ہے‘‘۔ (بخاری، الصحیح، ۲/۹۶۲، رقم ۲۵۵۷)

لفظ سیّد کا معنی عام طور پر ’سردار‘ کیا جاتا ہے مگر لغت کی کتب میں اُس سردار کو سیّد کہتے ہیں جو اپنی قوم کی مشکلات کو آسان کرے، قوم کے مصائب و آلام دور کرے اور قوم کی مدد کرے۔ اپنے اپنے قبیلے کا ہر کوئی سردار ہوتا ہے۔ لیکن سیّد ہر سردار کو نہیں کہتے، اسی سردار کو سید کہا جائے گا جو قوم کی مشکلات دور کرے۔

۱۔ سیدنا امام حسن ؑ کا کردار

آقا ﷺ نے سیدنا امام حسن مجتبیٰؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

میرا یہ بیٹا سیّد ہے یعنی میری امت کی مشکلات کو حل کرے گا، اُن کی مدد کرے گا، اُن کو بحران سے نکالے گا اور پھر اُس کی وضاحت بھی فرما دی کہ

وَلَعَلَّ اللهُ أَنْ یُّصْلِحَ بِهٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ. (ایضاً)

یعنی یقیناً ایک وقت آئے گا جب مسلمانوں کے دو بڑے گروہ آپس میں ٹکرائیں گے اور امت میں ایک بہت بڑا انتشار ہوگا۔ میری امت ٹکڑے ہو رہی ہوگی، دو بڑے گروہوں میں بٹ چکی ہوگی، دونوں طرف مسلمان ہوں گے اور میرا یہ بیٹا اُن میں صلح کرا دے گا، صلح کرانے کی وجہ سے اپنی قربانی کے ذریعے امت کو وحدت اور یکجہتی دے دے گا۔ (اس لیے میں اس کو مسلمانوں کی قوم کا سردار و سیّد قرار دے رہا ہوں۔)

حضور نبی اکرم ﷺ کے امام حسنؓ کے متعلق اس فرمان کا عملی اظہار اس وقت سامنے آیا جب حضرت مولیٰ علی شیر خداؓ کی شہادت ہوگئی تو مسلمانوں میں دو گروہ بن چکے تھے، ایک گروہ تھا جس نے مولا علی شیر خداؓ کے زمانے میں ہی حضرت امیر

معاویہؓ کی سربراہی میں الگ حکومت کا اعلان کر دیا تھا اور سلطنت بنا لی تھی جبکہ دوسرا گروہ خلافت حقہ راشدہ کا تسلسل تھا، وہ مولا علی شیر خداؓ کی حکومت تھی جس کا دارالحکومت پہلے مدینہ تھا، بعد میں کوفہ ہوا۔

حضرت علی کی شہادت کے بعد بنو امیہ کی سلطنت دمشق میں قائم ہوگئی اور حضرت امیر معاویہؓ اُس کے حاکم بنے، وہ خلیفہ راشد نہیں تھے۔ خلافت راشدہ کے تیس سال مولیٰ علی شیر خدا کے بعد امام حسن ؓ کے چھ ماہ ملا کر مکمل ہوتا ہے۔ اس موقع پر امت دو حصوں میں بٹ گئی تھی، امت کا ایک حصہ وہ تھا جس کا دارالحکومت کوفہ تھا۔ حرمین شریفین، حجاز، کوفہ اور گرد و نواح کے لوگ جو اہل بیت اَطہار کو چاہتے تھے، وہ اس حکومت کے ساتھ وابستہ تھے اور ایک دار الحکومت دمشق بن چکا تھا۔ بنو اُمیہ اور شام کے ساتھ ملحقہ علاقے ان کے تابع تھے۔

گویا شروع میں امت کے دو دار الحکومت، دو لشکر، دو جماعتیں، دو ٹکڑے بن گئے تھے، اگر یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہتا تو پوری امت بٹ جاتی اور امت میں کلیتاً وحدت و یک جہتی ختم ہوجاتی کیونکہ اب تو خلافت راشدہ نہیں رہی تھی، لہذا ہر کوئی اپنی اپنی جگہ ڈٹ جاتا۔ سیدنا امام حسن مجتبیٰؓ کی حکومت خلافت راشدہ کا تسلسل تھی اور حضرت امیر معاویہؓ ملوکیت کی بنیاد رکھنے والے تھے، اِن سے ملوکیت کا آغاز ہوا اور خلافت راشدہ ختم ہوگئی۔ اس لئے کہ انہوں نے وراثت میں حکومت آگے منتقل کی جبکہ خلافت راشدہ میں کسی نے سلطنت کو وراثت میں نہیں دیا۔

آقا علیہ السلام نے اپنی وراثت میں کسی کو مقرر نہ کیا بلکہ آپ ﷺ نے امت پر چھوڑ دیا کہ وہ جس کو مرضی خلیفہ بنالے۔ اس طرح سیدنا صدیق اکبر ؓ نے وراثت میں حکومت اپنے کسی بیٹے کو منتقل نہ کی، سیدنا عمر فاروق ؓ نے بھی حکومت وراثت میں اپنے بیٹے کو منتقل نہ کی، سیدنا عثمان غنی ؓ نے بھی ایسا نہ کیا کہ اپنے خاندان میں حکومت کسی کو منتقل کر دیں، اسی طرح سیدنا علی المرتضیٰ ؓ نے ایسا نہ کیا کہ امام حسن مجتبیٰؓ یا امام حسینؓ کو مقرر کیا ہو۔ سب نے امت کے اختیار، اجتہاد اور مشاورت پر چھوڑ دیا۔ پس اِدھر بنیاد سچی جمہوریت کی تھی جبکہ اُدھر بنیاد شہنشاہیت و ملوکیت کی تھی۔

ان حالات میں اگر امام حسن مجتبیٰؓ کوفہ کو دارالحکومت بناتے ہوئے اپنی حکومت جاری رکھتے اور حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں دستبردار نہ ہوتے تو پھر اُن کے بعد امام حسینؓ خلیفہ ہوتے، پھر امام علی زین العابدینؓ خلیفہ ہوتے اور اس طرح تسلسل سے دو حکومتیں چلتی رہتیں۔ ایک کو خانوادہ اہل بیت چلاتا اور دوسری طرف شام میں حضرت امیر معاویہؓ اور ان کے متعلقین اپنی حکومت جاری رکھتے۔ نتیجتاً پوری امت سیاسی اعتبار سے بٹ جاتی اور دو دارالحکومت ہوتے۔ آپ تصور کر لیں کہ کیا حال ہوتا۔ اس کا اثر یہ ہوتا کہ مزید فتوحات نہ ہوتیں بلکہ امت کے دو لشکر آپس میں لڑتے لڑتے امت کو کمزور کرتے رہتے۔

آقا ﷺ نے فرمایا کہ حسن ؓ میرا رزق ہے، یعنی ان سے مجھے فائدہ پہنچے گا، میرے دین اور میری امت کو نفع پہنچے گا۔ لہٰذا امام حسنؓ نے اپنی خلافت کو withdraw کر لیا اور آقا ﷺ کے دین اور امت کی بہتری کے لیے، حضور کی امت کو نفع پہنچانے کے لیے خود پیچھے ہٹ گئے اور ساری امت کو جوڑ کر ایک وحدت دے دی۔ بنو امیہ کا یہ دور ۹۲ برس رہا۔ خرابیاں اُس کے اندر تھیں، وہ اسی طرح رہیں مگر سیاسی اعتبار سے پوری عالمی سطح پر امت مسلمہ ایک بڑی قوت بن گئی اور فتوحات کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا اور امت ایک عظیم طاقت بنتی چلی گئی۔

بنو امیہ کے بعد بنو عباس آئے، پھر درمیان میں تاتاری فتنے کی وجہ سے انقطاع کا عرصہ آیا، پھر خلافت عثمانیہ سات سو سال تک رہی، اس طرح جنگ عظیم اول سے پہلے پہلے تک بارہ سو سال پورے کرۂ ارضی پر سب سے بڑی سلطنت اسلام کی رہی۔ کئی اندرونی خرابیوں اور خلفشاروں کے باوجود من حیث المجموع اتنی بڑی قوت کے بانی اور اس کے محسن سیدنا امام حسن مجتبیٰؓ ہیں۔

انہی آنے والے حالات کو دیکھتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: حسن میرا رزق ہے، اس سے میرے دین اور امت کو نفع پہنچے گا، اسلام کو نفع پہنچے گا۔ گویا امام حسنؓ سیّد و 'سردار' ہیں کہ انہوں نے امت کو بحران سے نکالا۔

۲۔ امام حسین ؓ کا کردار

آپ ﷺ نے امام حسینؓ کے بارے میں بھی فرمایا کہ یہ

میرے ریحان ہیں یعنی میرا رزق ہیں۔ کس طرح؟

اس طرح کہ سیدنا امام حسینؓ نے بھی دین اسلام کی مٹتی اور مرتی ہوئی اقدار کو اپنی قربانی کے ذریعے زندہ کر کے دین کو قیامت تک نفع پہنچا دیا۔ جس طرح امام حسنؓ نے آقا ﷺ کی امت اور دین کو سیاسی وحدت عطا کی اسی طرح امام حسین رضی اللہ عنہ نے دین اسلام کو روحانی قوت اور احیا عطا کیا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا میں اپنی اور اپنے خانوادے کی قربانی دے کر مٹتی ہوئی اقدار کو زندہ کر دیا، جن اقدار کو آج چودہ سو سال بعد بھی امت یاد کرتی ہے اور انہیں بطور نمونہ، مشعل راہ اور آئیڈیل لیتی ہے۔

حضرت یعلی بن مرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آقا علیہ السلام نے سیدنا امام حسین علیہ السلام کے لیے فرمایا:

حُسَيْن سبطٌ مِّنَ الأَسْبَاطِ. (ابن ماجه، السنن، ١/ ٥١، رقم ١٤٤)

''حسین میرا 'سبط' ہے''۔

''سبط'' سے کیا مراد ہے؟

☆ 'سبط' عربی زبان میں 'قبیلہ' کو بھی کہتے ہیں۔ مگر ایک خاص معنیٰ جو امام ابن الاثیر نے 'النہایہ' میں بیان کیا: وہ یہ ہے:

أی أمة من الأمم فی الخیر. (الجزری، النهایة فی غریب الاثر، ٢/ ٣٣٤)

یعنی خیر اور نیکی کے کاموں میں امام حسین رضی اللہ عنہ از خود تنہا ایک جان ہو کر ایک پوری امت ہیں''۔

گویا آپ ﷺ نے فرمایا: میرے حسین کو فقط ایک شخص نہ سمجھنا، میرے حسین کو فقط ایک انفرادی اکائی نہ سمجھنا۔ **هو سبط من الأسباط**۔ وہ ایک پوری مکمل امت ہے، میری امت میں سے تنہا حسین اتنا عظیم کام کرے گا جو پوری امت اجتماعی طور پر بھی نہیں کر سکتی۔

امام ابن الاثیر فرماتے ہیں کہ

فهو واقعٌ علی الأمة والأمة واقعةٌ علیه. (ایضاً)

سبط امت کو کہتے ہیں اور کبھی امت، سبط کو کہتے ہیں۔ یہ ایک دوسرے کا مترادف ہیں۔

☆ قاضی عیاض نے اس کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ امت ہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ تنہا حسن و حسین سے ایک قبیلہ جنم لے گا، دیکھنے میں دو وجود ہیں مگر ان سے قبائل پیدا ہوں گے، آلِ رسول، ذریتِ رسول اور نسلِ رسول پیدا ہوگی۔ خلقِ کثیر پیدا ہوگی اور قیامت تک میری نسل، میری ذریت اور میری آل حسن و حسین کے ذریعے زندہ و تابندہ رہے گی، اس کی بقا ہوگی اور وہ ایک پوری امت کا درجہ پائے گی۔

کیا امام حسینؓ نے ریاست کے خلاف خروج کیا؟

تنہا امام حسین رضی اللہ عنہ نے کیا کردار ادا کیا؟ آیئے اس پر ایک نظر ڈالتے ہیں:

واقعہ کربلا ٦١ھ میں ہوا۔ اسلام افریقہ سے لے کے مغرب تک لاکھوں مربع میل پر پھیل چکا تھا۔ ہزار ہا صحابہ کرام، تابعین اور اتباع التابعین تھے، ایک بہت بڑی امت تھی۔ مگر جب اسلام کی قدریں مٹ رہی تھیں، یزید لعین ان اقدار کو پامال کر رہا تھا۔ آقا علیہ السلام نے امت کو قرآن و سنت کا جو نظام عطا کیا، جسے خلفائے راشدین نے نافذ کیا، یزید اس پورے نظام کو کلیتًا برباد کر رہا تھا اور کفر کو رواج دے رہا تھا۔ ایسے حالات میں امام حسین علیہ السلام نے اپنے خانوادے کے ساتھ عزیمت کا قدم اٹھایا اور قربانی دی۔ یہ کام پوری امت مل کر بھی نہ کر سکی۔ تمام نے رخصت کی راہ کو اپنایا، خاموشی اختیار کی مگر امام حسین رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور دعوت الی الحق، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لیے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔

یہ امر ذہن میں رہے کہ یہ کوئی مسلح بغاوت نہیں تھی بلکہ آقا علیہ السلام کے دین کو بچانے کے لئے قدم اٹھایا، باغی نہیں ہوئے اور نہ ہی مسلح خروج کیا۔ اس لئے کہ مسلح خروج اور بغاوت کے لیے شرط ہوتی ہے کہ پہلے ایک جگہ پر قبضہ کر لیا جائے اور وہاں اپنی سلطنت قائم کر لی جائے۔ اگر ایسا کرنا ہوتا تو مدینہ سے بہتر کوئی جگہ نہ تھی۔ سارا مدینہ اہل بیت اطہار کے غلاموں کا تھا۔ محبان اہل بیت کا تھا، جہاں آقا علیہ السلام تھے، گنبدِ خضریٰ موجود تھا، جہاں سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کا روضہ اطہر تھا، بس مدینہ کو اپنا دارالحکومت اور اپنی سلطنت بنا کر قبضہ کر لیتے اور یزید کے خلاف منظّم بغاوت کا حکومتی سطح پر مسلح آغاز کر دیتے۔ اگر یہ ہوتا تو

بغاوت اور خروج تھا، مگر آپؓ نے یہ نہیں کیا بلکہ رات کے اندھیرے میں خانوادے کو لے کر مدینہ سے نکل پڑے۔

آپ ؑ نے نہ یزید بدبخت کی بیعت کی، نہ مسلح خروج کیا اور نہ بغاوت کی۔ ہر لحاظ سے امام حسین ؑ آقا علیہ السلام کی حدیث اور سنت وتعلیمات کے عظیم عملی پیکر تھے۔ انتشار بھی بپا نہیں کیا حالانکہ قبضہ کر کے مدینہ کو اپنی اسٹیٹ بنا سکتے تھے۔ یہ نہیں کیا، کیوں؟ اس لئے کہ جس طرح امت کی سیاسی وحدت کا جو کام امام حسن مجتبیٰؓ کر گئے تھے، اگر وہ اس طرح کا قدم اٹھا دیتے تو پھر وہ وحدت ٹوٹ جاتی۔ اگر امام حسینؓ کو مسلح بغاوت اور خروج کرنا ہوتا تو دو چار ہزار جوان اسلحہ والے مکہ و مدینہ سے لے کر جاتے، مگر آپ نے ایسا نہ کیا۔

گویا امام حسینؓ کے کربلا روانگی کا واقعہ یہ ثابت کرتا ہے کہ

۱۔ آپ نے مدینہ پر قبضہ نہیں کیا اور نہ اپنی سلطنت اور حکومت کا اعلان کیا کہ میں ریاست مدینہ کا سربراہ ہوں اور یزید کی حکومت کے خلاف اعلان کرتا ہوں۔ آپ ؑ نے ایسا نہیں کیا۔

۲۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ آپ ؑ مسلح خروج اور بغاوت نہیں کی۔ مدینہ سے روانگی کے وقت حج کا موقع تھا، اطراف و اکناف سے غلامان اہل بیت اور عاشقان رسول جمع تھے۔ اعلان کر دیتے تو چند ہزار لوگوں کو مسلح لے کر چلتے لیکن مسلح جنگ کا ارادہ نہ تھا، لہٰذا ایسا نہیں کیا۔ حضرت علی اصغر اور حضرت سکینہؓ جیسے شہزادوں اور شہزادیوں اور اپنے خانوادہ کی عزت مآب خواتین کو لے کر گئے۔ کیوں گئے؟ اس لئے کہ کوفے سے بار بار خط آ رہے تھا، پانچ سو کے قریب خط آ چکے تھے۔ وہ لوگ کہتے تھے کہ دین کی اقدار مٹ رہی ہیں، اعلاے کلمۃ اللہ کی ضرورت ہے، دعوت الی الحق کی ضرورت ہے، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ضرورت ہے۔ لہٰذا آپ ؑ پُر امن دعوت کے لیے گئے، شعور کی بیداری اور دعوت الی الحق کے فریضہ کی ادائیگی کے لیے **یدعون إلی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر** کے حکم کے مصداق پُر امن طریقے سے نکلے اور آقا علیہ السلام کے فرمان کی تعمیل کی۔

۳۔ تیسرا نکتہ یہ ہے کہ اگر مسلح جنگ کا ارادہ ہوتا تو پھر آپ دمشق کی طرف لشکر لے کر جاتے جو یزید کا دارالحکومت تھا۔ آپ نے ایسا کچھ نہ کیا۔ یہ عظمت ہے امام حسینؓ کی کہ سب کچھ کر سکتے تھے مگر نہیں کیا، اس لئے کہ آپ امت میں انتشار نہیں چاہتے تھے۔ لوگوں میں شعور بیدار کر کے رفتہ رفتہ پُر امن طریق سے دینی اَقدار کو زندہ کرنا چاہتے تھے۔

آقا علیہ السلام نے امام حسین ؑ کے مستقبل میں ادا کئے جانے والے اسی کردار کے تناظر میں فرمایا:

حسین سبط من الأسباط یعنی پوری امت اُس دور میں جو کام نہیں کر سکے گی وہ تنہا میرا بیٹا حسین کر دے گا اور آپ نے ایسا کر دکھایا۔

☆ 'سبط' کا ایک معنیٰ یہ بھی ہے کہ اس کردار کی ادائیگی کی وجہ سے امام حسینؓ حضور ﷺ کا رزق بھی بن گئے۔

حقا کہ بنائے لا إله است حسین

آپؓ اپنی قربانی دے کر دینِ حق اور **لا إلـٰه** کی بنیاد بن گئے۔ حضور علیہ السلام کے دین کو نفع پہنچا گئے۔ امام حسنؓ حضور علیہ السلام کی امت کو سیاسی وحدت کا نفع پہنچا گئے اور امام حسینؓ حضور علیہ السلام کے دین کو روحانی نفع پہنچا گئے۔ اس اعتبار سے دونوں آقا علیہ السلام کا رزق بنے۔

ذریتِ مصطفیٰ ﷺ کا حسنینِ کریمین سے جاری ہونا

یہ دونوں شہزادے حضور نبی اکرم ﷺ کا رزق اس لحاظ سے بھی بنے کہ آپ ﷺ کے اپنے شہزادے حضرت قاسم ؑ، حضرت ابراہیم ؑ، حضرت عبداللہ ؑ، طیب و طاہر ؑ حیات نہ رہے، لہٰذا حسنین کریمین آپ کے شہزادے تھے اور یہ بھی بالآخر شہید کر دیئے گئے۔ اب تصور یہ تھا کہ کفار طعنہ دیتے تھے کہ یہ تو ابتر ہیں، مقطوع النسل ہیں، ان کی نسل آگے نہیں چلے گی۔ دوسری طرف آقا علیہ السلام نے صحابہ کرامؓ کو فرما دیا تھا کہ درود صرف مجھ پر نہیں پڑھنا بلکہ مجھ پر اور میری آل پر بھی پڑھنا ہے۔ لہٰذا آل اور ذریت کا ہونا شرط ہے۔ آل ہوگی تو درود پڑھا جائے گا۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ آقا درود کیسے پڑھیں؟ فرمایا: یوں پڑھو:

اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد، کما صلیت

علی ابراهیم وعلی آل ابراهیم انک حمید مجید.

’’باری تعالیٰ! تو محمد ﷺ پر درود بھیج اور محمد ﷺ کی آل پر درود بھیج جس طرح تو نے ابراہیمؑ اور اُن کی آل پر درود بھیجا بے شک تو تعریف کے قابل بزرگی والا ہے‘‘۔

ابراہیم کی آل پر چار ہزار سال سے درود پڑھا جا رہا تھا۔ جب آقا ﷺ آئے تو چار ہزار سال گزر گئے تھے۔ آقا ﷺ خود بھی آل ابراہیم میں سے تھے تو ابراہیم ﷺ کی آل اور ذریت رہی اور درود پڑھا جاتا رہا اور اُس میں آقا ﷺ بھی آئے۔ اگر آقا ﷺ کی آل اور ذریت اور نسل بھی نہ بچے تو اُس پر درود کیسے پڑھا جائے؟ فرمایا:

حسن و حسینؓ میرا رزق ہیں، بتادیا کہ یہ رہیں گے اور اِن کی وجہ سے میری آل، نسل اور ذریت چلے گی اور قیامت تک حسنی و حسینی سادات چلیں گے اور میری آل پہ درود رہے گا۔ قیامت سے پہلے آخری زمانے میں بھی میری ہی آل میں سے امام محمد مہدی آئیں گے جو اسلام کو دوبارہ وہ عظمت دیں گے کہ دور خلافت راشدہ کا منظر قائم ہو جائے گا۔

اس طرح حسن و حسینؓ میرا رزق ہیں کہ مجھے نفع دیں گے اور انہی کی نسل سے پیدا ہونے والے ائمہ اطہار اور اولیاء میری امت میں روحانی فیض بانٹتے رہیں گے۔

جنت میں داخلہ اہلبیت کے ساتھ محبت سے مشروط

آقا ﷺ نے فرمایا:

الحسن والحسين سيدا شباب أهل الجنة ۔ (احمد بن حنبل، المسند، ۳/۳، رقم ۱۱۰۱۲، ۳/۶۲، رقم ۱۱۶۱۲)

’’حسن و حسینؓ کل جنتی جوانوں کے سردار ہیں‘‘۔

اس حدیث مبارک کی رو سے یہ ثابت ہوگیا کہ جب حسنین کریمینؓ جنت کے تمام جوانوں کے سردار ہیں تو جتنے جوان ہیں وہ امام حسن و حسینؓ کے لشکر میں ہوں گے۔ گویا جنت میں صرف وہی جا سکتے ہیں جو امام حسن و حسینؓ کے لشکر میں ہوں گے، اِن کے تابع ہوں گے۔

جو جنتی ہوگا اس کے لیے لازم ہے کہ امام حسن و حسینؓ کے تابع ہو۔ جس کو یہ کہہ دیں گے کہ نہیں، باری تعالیٰ ہم اس کا سردار نہیں بنتے، اس لئے کہ یہ ہمارا نافرمان ہے، ہم سے بغض رکھنے والا ہے، ہم اسے اپنے لشکر میں قبول نہیں کرتے۔ اسے جنت سے نکال دیا جائے گا، وہ جنت میں جا نہیں سکتا۔

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ اگر کوئی یہ کہہ دے کہ میں تو بوڑھا ہوں، میرے سردار وہ جنت میں کیسے ہوں گے؟ تو سن لیں کہ جنت میں ہر بوڑھا بھی جوان ہوکر داخل ہوگا۔ گویا جنت میں ہر شخص جوان ہوگا۔ معلوم ہوا جنت کے تمام مرد حضرات کے سردار حسنین کریمین ﷺ ہوں گے۔ گویا جنت کی سرداری آقا علیہ السلام نے حسنین کریمین ﷺ کو عطا کر دی ہے۔

پھر فرمایا: **فاطمة سيدة نساء أهل الجنة**. (بخاری، الصحیح، ۳/۱۳۲۶، رقم ۳۴۲۶)

’’فاطمہ جنت کی کُل عورتوں کی سردار ہوں گی‘‘۔

اب آپ دونوں حدیثوں کو جوڑیں تو جنت کا نقشہ سامنے آ جائے گا۔ پتہ چل جائے گا کہ عقیدہ و مسلک کیا رکھنا چاہیے۔ وہ مُلّا جو حضرت فاطمۃ الزہراءؓ اور حسنین کریمینؓ کی محبت سے دور کر رہے ہیں، وہ خود تعین کر لیں کہ اُن کا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ مطلب یہ ہوا کہ جنت میں وہی عورت جا سکتی ہے جو حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کو سردار مانے گی، اپنی سیدہ مانے گی۔ جنت میں وہی عورت جا سکتی ہے جس کو حضرت فاطمۃ الزہراءؓ اپنے قافلے میں قبول فرمائیں گی کیونکہ قاعدہ ہے کہ سیدۂ جنت وہ ہیں۔

عورتوں کی سردار حضرت فاطمہ ﷺ اور مردوں، جوانوں کے سردار حسنین کریمینؓ۔ اب بولیے کہ حضراتِ حسنینؓ اور فاطمہؓ سے محبت نہ کرنے والوں یا ان سے بغض رکھنے والوں یا دل میں تھوڑا سا بھی ان کے بارے میں مروڑ رکھنے والوں کی جرأت کیسے ہوگی کہ جنت کے دروازے کا منہ دیکھ سکیں۔ اُن کو تو اٹھا کر جہنم میں پھینکا جائیگا۔ حکم ہوگا کہ ان لعینوں، خارجیوں، اہل بیت سے بغض رکھنے والوں، ان کی محبت سے محروم لوگوں اور اہل بیت سے محبت کرنے کو تشیع، شیعیت کہنے والوں کو اٹھا کر جہنم میں پھینک دو۔

آقا علیہ السلام تو دو جہانوں کے سردار ہیں۔ آخرت کے بھی سردار اور دنیا کے بھی سردار، کُل کائنات کے سردار۔ زمین

سے لے کر عرش تک ہر شے کے سردار آقا ﷺ ہیں۔ گویا جنت کی سرداری تین اشخاص کو عطا کر دی گئی ہے:

۱۔ مجموعی طور پر تمام سرداری حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس ہے۔

۲۔ جوانوں کی سرداری امام حسن وحسینؓ کے پاس ہے۔

۳۔ عورتوں کی سرداری حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کے پاس ہے۔

اب کوئی ہے جو اس کو چیلنج کر سکے۔ اسی لیے آقا علیہ السلام نے فرمایا:

اللهم إني أحبهما فأحبهما وأحب من يحبهما.

''باری تعالیٰ! میں حسن وحسینؓ سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان سے بھی محبت کر اور جو ان سے محبت کرے تو اُن سے محبت کر''۔ (ترمذی، السنن، ۵/۶۵۶، رقم ۳۷۶۹)

آقا علیہ السلام نے یہ شرط بھی عائد کر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی صرف اُن سے محبت کرے گا جو حسن وحسینؓ سے محبت کریں گے۔ جن کے دلوں میں حسن وحسینؓ کی محبت نہیں، آقا علیہ السلام نے پابندی لگا دی کہ اللہ بھی ان سے محبت نہیں کرے گا۔

پیغام

یہ امام عالی مقام اور اہل بیت اطہار کا مقام و مرتبہ ہے۔ اہل بیت اطہار کی محبت اور حسنین کریمین کی محبت ایمان ہے۔ بشرطیکہ یہ محبت ایسے غُلو میں نہ بدل جائے کہ بندہ آقا علیہ السلام کے دیگر محبوب اور مقرب صحابہ کرام کے ساتھ بغض اور سب وشتم پر اتر آئے۔ چونکہ ایک نیکی جنت لینے کا باعث بنی تو کہیں وہ غلو ہمیں دوزخ کی طرف کھینچ کر نہ لے جائے۔

لہٰذا حضور علیہ السلام کے اصحاب ہوں یا اہل بیت اطہار سب کے ساتھ محبت، تکریم واجب ہے اور ایمان کا حصہ ہے۔ مگر یہ بات کبھی نہ بھولئے کہ ان سے محبت آقا علیہ السلام سے محبت ہے اور حسنین کریمینؓ سے محبت آقا علیہ السلام کے تن اور جان سے محبت ہے۔ اس محبت کا صلہ آقا علیہ السلام نے جنت عطا کر دیا ہے اور جنتی عورتیں سیدہ کائنات کی سرداری میں رہیں گی اور جنتی جوان حسنین کریمینؓ کی سرداری میں رہیں گے۔ جنت ان کو الاٹ کر دی گئی ہے کیونکہ دنیا میں انہوں نے قربانیاں دیں، تکالیف اٹھائیں، لہٰذا اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے جنت ان کو الاٹ کر دی اور ان سے محبت کرنے والے غلاموں کو عطا کر دی۔

اپنی زندگی ان کے نقش قدم پر گزاریں، اپنی سیرت اور زندگی میں ان جیسا تقویٰ پرہیزگاری، دین سے محبت اور ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا کریں۔ خواتین اپنے اندر سیدہ زینبؓ، سیدہ ام کلثومؓ، سیدہ رقیہؓ، سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ اور اہل بیت اطہار کی شہزادیوں جیسا تقویٰ و پرہیزگاری کا کردار اپنے اندر پیدا کریں۔ راتوں کو عبادت کریں، سجدے کریں، تہجد پڑھیں، اپنی عزت اور عفت کی حفاظت کریں اور ہر وقت طہارت سے رہیں۔ دین کی عظیم مجاہدات بنیں اور وہ کردار ادا کریں جو سیدہ زینبؓ نے ادا کیا۔

جوان بیٹے حضرات حسن وحسینؓ کے کردار کے علمبردار بنیں۔ ہمہ وقت آپ کی زندگی بھی طہارت، عبادت، حسن اخلاق کے ساتھ سرشار و معمور ہو۔ اللہ رب العزت ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین بجاہ سیدالمرسلین ﷺ

❁❁❁❁❁

اقتباہ! یہ بات مرکز کے نوٹس میں آئی ہے کہ تحریک منہاج القرآن کے تنظیمی اور ذیلی فورمز کے بعض عہدیدار اور کارکنان گوادر اور دیگر ہاؤسنگ سوسائیٹیز میں پلاٹوں کی خرید و فروخت کا کاروبار کر رہے ہیں۔ یہ ان احباب کا ذاتی کاروبار ہے اور تحریک منہاج القرآن کا ان کے کاروبار سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

نیز مجلّہ منہاج القرآن میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں، ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت نہیں ہے۔ لہٰذا احباب اپنے لین دین/نفع نقصان کے خود ذمہ دار ہوں گے اور کسی کو بھی اس حوالے سے کسی بھی قسم کی کوئی شکایت مرکز میں لانے کا کوئی حق حاصل نہیں ہوگا۔

حیات دنیوی، حیات برزخی، حیات اخروی

احکام شرع کی پابندی حیات دنیا میں ہے برزخ و آخرت میں نہیں

عذاب وثواب قبر کیلئے بدن کا سلامت ہونا ضروری نہیں

مفتی عبدالقیوم خاں ہزاروی

برزخ کا لغوی معنی ''پردہ'' ہے۔ یعنی:

الحاجز والحد بين الشيئين.

''دو چیزوں میں حد اور رکاوٹ''۔

اصطلاحی معنی میں برزخ سے مراد ہے کہ

البرزخ ما بين الموت الى القيامة.

''مرنے سے لے کر قیامت تک کا وقفہ''۔

(مفردات راغب، ۴۳)، (روح المعانی، ۲۷: ۱۰۶)

قرآنِ مجید میں اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ. (المومنون: ۱۰۰)

''اور ان کے آگے اس دن تک ایک پردہ (حائل) ہے (جس دن) وہ (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے''۔

مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے یعنی قیام قیامت تک کا زمانہ عالم برزخ کہلاتا ہے۔ زندگی تین ادوار پر منقسم ہے:

۱۔حیات دنیوی ۲۔حیات برزخی ۳۔حیات اخروی

سب سے پہلے دنیوی زندگی ہے اس کے اپنے لوازمات ہیں، پھر حیات برزخی ہے اس کے اپنے لوازمات و احکام ہیں پھر حیات اخروی ہے اس کے اپنے لوازمات و احکام ہیں۔ زندگی بمنزلہ جنس ہے اور یہ تینوں قسمیں بمنزلہ نوع کے ہیں۔ جہاں نوع ہو وہاں جنس ضرور ہوتی ہے لہٰذا زندگی تینوں میں موجود ہے۔ ہاں، ہر نوع دوسری نوع سے مختلف ہوتی ہے اسی لئے حیات دنیوی، برزخی اور اخروی کی جنس ایک ہونے کے باوجود اختلاف انواع کی وجہ سے اکثر احکامات الگ الگ ہیں۔ مثلاً: احکام شرع کی پابندی حیات دنیا میں ہے، برزخ و آخرت میں نہیں۔ حیات انسانی کی خصوصیات سمع، بصر، ادراک وغیرہ ہیں، یہ زندگی کی تینوں انواع میں موجود ہیں بلکہ دنیوی زندگی سے بڑھ کر اخروی زندگی میں ہیں۔

قبر میں ہونے والے عذاب و ثواب کے بارے میں علمائے اسلام کی تین آراء ہیں:

۱۔ عذابِ قبر صرف روح کو ہوتا ہے۔

۲۔ عذابِ قبر صرف جسم کو ہوتا ہے۔

۳۔ عذابِ قبر جسم و روح دونوں کو ہوتا ہے۔

تیسری رائے صحیح تر ہے کہ قبر کی زندگی میں عذاب یا نعمتیں جسم اور روح دونوں کو ملتی ہیں۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں:

محله الروح والبدن جميعاً باتفاق اهل السنة.

''اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عذاب وثوابِ قبر روح اور جسم، دونوں کو ہوتا ہے''۔ (سیوطی، شرح الصدور، ۷۵)

علامہ ابنِ قیم کہتے ہیں کہ علامہ ابنِ تیمیہ سے قبر کی زندگی کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا:

العذاب والنعيم علىٰ نفس و البدن جميعاً باتفاق اهل سنت.

''عذاب وثواب روح وجسم دونوں کو ہوتا ہے، اسی پر اہل سنت کا اتفاق ہے''۔ (ابن قیم، الروح، ۷۲)

روح کے ساتھ جسم کو بھی عذاب وثواب اس لیے ہوتا ہے کہ روح اور جسم کے درمیان ایک معنوی تعلق ہے۔ اس تعلق کے سبب روح پر وارد ہونے والی کیفیات جسم بھی محسوس

کرتا ہے۔ عذاب و ثوابِ قبر کے لیے بدن کا سلامت ہونا ضروری نہیں ہے۔ جسم گل سڑ جائے، آگ میں جلا دیا جائے، سمندر میں غرقاب ہو جائے، درندوں کے پیٹ میں چلا جائے' روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہونے کے سبب ان تمام صورتوں میں بھی جسم پر اثرات مرتب ہوں گے۔ اس کی وضاحت امام جلال الدین سیوطی نے ان الفاظ میں کی ہے کہ:

عذاب قبر سے مراد عالمِ برزخ کی زندگی کا عذاب ہے۔ اسے عذابِ قبر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ مردوں کو قبروں میں دفنایا جاتا ہے' ورنہ ہر میت قبر میں دفن ہو یا نہ ہو جب بھی اللہ اسے عذاب دینا چاہے گا ضرور پہنچائے گا۔

(سیوطی، شرح الصدور، ۵۷)

☆ قرآن مجید نے فرعونیوں کے عذابِ قبر، یعنی عالم برزخ کے عذاب کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

فَوَقٰـهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ. اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ج وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ قف اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ. وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِى النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعاً فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْباً مِّنَ النَّارِ.

(المومن:۴۵۔۴۷)

''پھر اللہ نے اُسے اُن لوگوں کی برائیوں سے بچا لیا جن کی وہ تدبیر کر رہے تھے اور آلِ فرعون کو بُرے عذاب نے گھیر لیا۔ آتشِ دوزخ کے سامنے یہ لوگ صبح و شام پیش کئے جاتے ہیں اور جس دن قیامت بپا ہوگی (تو حکم ہوگا:) آلِ فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کر دو۔ اور جب وہ لوگ دوزخ میں باہم جھگڑیں گے تو کمزور لوگ ان سے کہیں گے جو (دنیا میں) بڑائی ظاہر کرتے تھے کہ ہم تو تمہارے پیروکار تھے سو کیا تم آتشِ دوزخ کا کچھ حصّہ (ہی) ہم سے دور کر سکتے ہو'؟''۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بیان کیا ہے کہ آل فرعون صبح اور شام عذاب پر پیش کیے جاتے ہیں حالانکہ قیامت قائم نہیں ہوئی۔ اسی آیت سے علماء کرام نے عذاب قبر کا ثبوت لیا ہے۔ فرعونیوں اور اُن جیسے کافروں کو قیامت سے پہلے بھی صبح و شام عذاب ہوتا ہے' یہی عذاب قبر ہے یا برزخ کا عذاب ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے یہی منافقینِ مدینہ کے بارے میں بتایا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ط وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ قف مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ قف لَا تَعْلَمُهُمْ ط نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ط سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ.

''اور (مسلمانو!) تمہارے گرد و نواح کے دیہاتی گنواروں میں بعض منافق ہیں اور بعض باشندگانِ مدینہ بھی، یہ لوگ نفاق پر اڑے ہوئے ہیں، آپ انہیں (اب تک) نہیں جانتے، ہم انہیں جانتے ہیں۔ عنقریب ہم انہیں دو مرتبہ عذاب دیں گے پھر وہ (قیامت میں) بڑے عذاب کی طرف پلٹائے جائیں گے''۔ (التوبہ:۱۰۱)

یعنی منافقین کے لیے ایک مرتبہ دنیا میں ذلت کا عذاب' دوسری مرتبہ عالمِ برزخ کا عذاب اور اس کے بعد جہنم کا عذاب عظیم ہے۔

☆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت میں مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے قبر کے سوالات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَيَاتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُوْلَانِ لَهُ : مَنْ رَبُّكَ فَيَقُوْلُ : رَبِّيَ اللّٰهُ. فَيَقُوْلَانِ لَهُ : مَا دِيْنُكَ؟ فَيَقُوْلُ: دِيْنِيَ الْاِسْلَامُ. فَيَقُوْلَانِ لَهُ : مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُم قَالَ : فَيَقُوْلُ : هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَيَقُوْلَانِ : وَمَا يُدْرِيكَ فَيَقُوْلُ : قَرَاْتُ كِتَابَ اللّٰهِ فَاٰمَنْتُ بِهِ وَصَدَّقْتُ.

''اُس (میت) کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اُسے اُٹھا کر بٹھاتے ہیں اور اُس سے پوچھتے ہیں : تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے : اللہ میرا رب ہے۔ فرشتے اُس سے سوال کرتے ہیں : تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے : اسلام میرا دین ہے۔ فرشتے اُس سے پوچھتے ہیں : یہ شخص (حضرت محمد ﷺ) جو تمہارے درمیان مبعوث ہوئے کون ہیں؟ وہ جواب دیتا ہے : وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ فرشتے اُس سے پوچھتے ہیں : تجھے یہ کیسے معلوم ہوا؟ وہ جواب دیتا ہے : میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) پڑھی، لہٰذا میں آپ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم پر ایمان لایا اور آپ ﷺ کی تصدیق کی۔‘‘

(ابو داود، السنن، کتاب السنۃ، باب فی المسألۃ فی القبر وعذاب القبر، ۴: ۲۳۹، رقم: ۴۷۵۳)

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: شهدنا جنازة مع نبی الله ﷺ فلمّا فرغ من دفنها، وانصرف النّاس، قال نبی الله ﷺ: انّه الآن يسمع خفق نعالكم، اتاه منكر ونكير اعينهما مثل قدور النحاس، وانيابهما مثل صياصی البقر، واصواتهما مثل الرعد، فيجلسانه فيسالانه ما كان يعبد ومن كان نبيه فان كان ممن يعبد الله قال: كنت اعبد الله والنبیّ محمد ﷺ جاء بالبينات فآمنّا واتّبعنا فذلک قول الله: يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِی الْاٰخِرَةِ فيقال له: على اليقين حييت وعليه مت وعليه تبعث ثم يفتح له باب الی الجنّة و يوسع له فی حفرته وان كان من اهل الشّک قال: لاادری سمعت النّاس يقولون شيئا فقلته فيقال له: علی الشّک حييت وعليه مت وعليه تبعث ثم يفتح له باب الی النّار ويسلط عليه عقارب وثعابين لو نفخ احدهم فی الدّنيا ما انبتت شيئا تنهشه وتؤمر الارض فتنضم حتّی تختلف اضلاعه.

(طبرانی، المعجم الاوسط، ۵: ۴۴، رقم: ۴۶۲۹)

’’حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک جنازے میں ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے، جب ہم میت کی تدفین سے فارغ ہوئے اور لوگ واپس جانے لگے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اب یہ (تمہارے واپس پلٹنے پر) تمہارے جوتوں کی آواز سنے گا، اس کے پاس منکر اور نکیر آئے ہیں، جن کی آنکھیں تانبے کے دیگچے کے برابر ہیں، دانت گائے کے سینگ کی طرح ہیں اور ان کی آواز بجلی کی طرح گرج دار ہے، وہ دونوں اس کو بٹھائیں گے اور پوچھیں گے: کس کی عبادت کرتے تھے اور تمہارا نبی کون تھا؟ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار بندوں میں سے ہوا تو وہ کہے گا: میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا اور میرے نبی حضرت محمد ﷺ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نشانیاں لے کر ہمارے پاس آئے۔ پس ہم ایمان لے آئے اور ہم نے ان کی اتباع کی۔ پس اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اسی بارے میں ہے: (اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو (اس) مضبوط بات (کی برکت) سے دنیوی زندگی میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں (بھی)۔) اس سے کہا جائے گا: تو یقین کے ساتھ زندہ رہا اور اسی پر تمہاری موت ہوئی اور اسی پر تم روزِ قیامت اٹھائے جاؤ گے۔ پھر اس کے لئے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اس کی قبر کو کشادہ کر دیا جاتا ہے۔ اگر وہ اہلِ شک (منافقین) میں سے ہو تو وہ (ان کے سوالوں کے جواب میں کہتا ہے:) میں نہیں جانتا میں نے لوگوں کو جو کچھ کہتے سنا میں نے بھی وہی کہا۔ اس سے کہا جائے گا: تو شک پر زندہ رہا، اسی پر تمہاری موت ہوئی اور اسی پر روزِ قیامت تمہیں اٹھایا جائے گا۔ پھر اس کے لئے دوزخ کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے، اس پر ایسے بچھو اور سانپ مسلّط کر دیئے جاتے ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی زمین میں پھونک مار دے تو زمین کے تمام نباتات جل کر راکھ ہوجائیں، پھر زمین کو حکم دیا جاتا ہے اور وہ سکڑ جاتی ہے حتی کہ اس کے دونوں پہلو ایک دوسرے میں دھنس جاتے ہیں۔‘‘

☆ عن عبد الله بن عمر ؓؓ انّ رسول الله ﷺ ذكر فتانی القبر فقال عمر بن الخطاب: واترد علينا عقولنا يا رسول الله؟ فقال: نعم كهيئتكم اليوم قال: فبفيه الحجر.

’’حضرت عبد اللہ بن عمرو ؓؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر کے فرشتوں کا ذکر فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہمیں ہماری یہ سمجھ بوجھ لوٹا دی جائے گی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بالکل! آج جیسی ہی سوجھ بوجھ (قبر میں) دی جائے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: فرشتے کے منہ میں پتھر (یعنی میں اس کو خاموش کرا دوں گا)۔‘‘

(ابن حبان، الصحیح، ۷: ۳۸۴، رقم: ۳۱۱۵)

(احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۷۲، رقم: ۶۶۰۳)

❀❀❀❀❀

تحریک منہاج القرآن ہی کیوں؟

تحریک منہاج القرآن کے یوم تاسیس 17 اکتوبر کی مناسبت سے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا فکر انگیز پیغام

یہ دور حقیقت میں فتنوں کا دور ہے جس کے بارے میں آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے ادوارِ فتن ہوں گے۔ فتنوں کا دور شروع ہو چکا ہے۔ اب یہ دور کتنے سو، ہزار یا لاکھوں سال چلتا ہے، اللہ بہتر جانے۔ آقا علیہ السلام نے قیامت سے پہلے فتنوں کے درج ذیل ادوار کا ذکر فرمایا:

۱۔ چھوٹے فتنوں کا دور ۲۔ بڑے فتنوں کا دور
۳۔فتنوں کا آخری دور

فتنوں کا آخری دور مختصر ترین دور ہوگا، جس میں دس علامات ظاہر ہوں گی مثلاً: سورج کا مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع ہونا وغیرہ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے واپس آنا، دجال کا ظاہر ہونا، اِسی دور میں فتنوں کی اصلاح کے لیے سیدنا امام مہدی علیہ السلام پیدا ہو چکے ہوں گے۔ فقہ جعفریہ کے مطابق امام مہدی دوبارہ ظاہر ہوں گے، جبکہ اہل سنت کے مطابق وہ پیدا ہوں گے۔ بہرحال فتنوں کی سرکوبی کے لئے اُن کی آمد ہوگی۔

فتنوں کا پہلا دور

فتنوں کے پہلے دور کی حضور علیہ السلام نے جتنی علامات بیان فرمائیں وہ ساری علامات سو فیصد ظاہر ہو چکی ہیں۔ خوارج کا دوبارہ ظہور دہشتگردوں کی صورت میں ہو چکا ہے۔ پاکستان سمیت پوری امت میں سپاہ، جیش، طالبان، القاعدہ اور داعش جیسے مختلف ناموں سے دہشت گرد گروہ دراصل خوارج ہی ہیں۔ میری نئی کتاب ISIS Exposed through Prophetic Traditions داعش کے موضوع پر پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ میں نے اس کتاب میں آقا علیہ السلام کی ان تمام احادیث کو بیان کیا ہے جو آپ نے خوارج کے دوبارہ ظاہر ہونے کے حوالے سے بیان فرمائیں۔ مثلاً:

آپ ﷺ نے نشاندہی فرمائی کہ یہ دہشت گرد گروہ عراق کے صحرائی علاقے سے نکلیں گے، یمن کو گھیر لیں گے، پورا خلیج عرب اس کی زد میں آ جائے گا۔ اُن کے جھنڈے کالے رنگ کے ہوں گے اور وہ اپنے آپ کو اصحاب الدولہ کہیں گے۔ آج لفظِ داعش ''الدولۃ الا اسلامیہ للعراق والشام'' کا مخفف ہے۔ یہ لوگ اسلامک سٹیٹ کا نعرہ لگائیں گے، لوگوں کو قتل کریں گے اور پانی کی طرح بے گناہ خون بہائیں گے۔

پہلے دورِ فتن کی دیگر علامات میں یہ بھی ہے کہ جھوٹ عام ہوگا، شراب عام ہو جائے گی، بدکاری اور کرپشن عام ہوگی۔ جہالت عام ہو جائے گی۔ گھٹیا کردار کے لوگ ریاست کے سربراہ اور لوگوں کے سردار و رہنما بن جائیں گے جن کے شر کے ڈر سے لوگ ان کے تابع ہوجائیں گے۔

انہی علامات میں سے ایک علامت حضور نبی اکرم ﷺ نے یہ بیان فرمائی کہ صحرا میں فلک بوس عمارتیں بن جائیں گی۔ آج ہم عرب ممالک کو دیکھتے ہیں کہ وہاں دنیا کی بلند ترین عمارات قائم ہیں۔ ننگے پاؤں اونٹ چرانے والے بڑے بڑے محلات میں ہوں گے۔

یہ چند نمونے ہیں جو میں نے ذکر کئے۔ ان ساری علامات پر بھی میری ایک کتاب ''علامات الفتن'' ہے۔ یہ تمام

علامات ظاہر ہو چکی ہیں۔ فتنوں کے اس دور میں مادیت غالب آ چکی ہے۔ مادیت اور دنیا پرستی نے لوگوں کے ذہنوں، دماغوں، سوچوں اور خواہشوں پر قبضہ کرلیا ہے۔

آپ ﷺ نے ان فتنوں کے متعلق یہاں تک فرمایا کہ سچ بولنے والا چھپتا پھرے گا، ایمان دار مجرم تصور کیا جائے گا، سوسائٹی میں بددیانت، خائن اور کرپٹ لوگ فخر سے سر اونچا کر کے چلیں گے۔

ہم روزمرہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ یہ کلچر بھی ہمارے اندر آ گیا ہے۔ اس کلچر میں آگے چل کر ایمان پر حملے ہی حملے ہیں اور بظاہر ایمان کے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ہے۔ نفس کے بھی حملے ہیں اور دنیا، سوسائٹی، ماحول، شیطان اور زمانے کے بھی حملے ہیں۔

ایمان کی حفاظت کیونکر ممکن ہے؟

صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! ایسے زمانے میں ایمان کیسے بچائیں گے؟

آقا ﷺ نے ایمان بچانے کی دو صورتیں بیان فرمائیں:

۱۔ اس دور میں جو شخص دنیا، سوسائٹی، گھر بار چھوڑ کر غاروں میں چلا جائے گا اور عبادت کرے گا صرف اسی کا ایمان بچے گا۔

مطلب یہ ہے کہ حالات ایسے ہو جائیں گے کہ ایمان، نیکی، تقویٰ، حضور ﷺ کی غلامی و محبت اور سچائی کی راہ پر مروجہ نظام کے مطابق سوسائٹی، فیملی اور اُن کے تقاضے بندوں کو چلنے ہی نہیں دیں گے۔ مثلاً: رزقِ حلال کمانے والا مشکل سے گزر بسر کرتا ہے جبکہ دوسری طرف حرام کمانے والے کا معیارِ زندگی (standard of living) اعلیٰ ہے۔ رزق حلال پر مشکل سے گزر بسر کرنے والی فیملی اعلیٰ زندگی بسر کرنے والوں کی مثال دے کر اپنے گھر کے مردوں سے بھی ان ہی آسائشات کا مطالبہ کرے گی۔ نتیجتاً حلال کمانے والا بھی گھر والوں کے طعنوں سے تنگ آ کر رزق حرام کی طرف متوجہ ہوگا اور اس طرح سوسائٹی اور فیملی کے تقاضے پورے کرنے کے لئے تقویٰ و نیکی کی راہ پر چلنا ترک کر دے گا۔

ایسے حالات میں ایمان پر اس طرح کے حملے ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اِن حملوں سے بچاؤ کا طریقہ بیان فرمایا کہ ان حملوں سے اسی کا ایمان بچے گا جو غاروں میں چلا جائے گا اور اونٹ بکریاں چرا کر دودھ سے اپنا پیٹ پالے گا اور عبادت کرے گا۔

۲۔ ان حملوں سے بچاؤ کے لئے دوسری صورت آقا علیہ السلام نے یہ بیان فرمائی کہ

میری امت کی ایک جماعت (طبقہ) قیامت تک ان تمام فتنوں کے دور میں حق پر قائم رہنے والوں کی بھی ہوگی۔ جماعت سے مراد خاص تنظیم (specific organization) نہیں بلکہ مراد ایک طبقہ ہے۔ یعنی ان فتنوں کے تمام ادوار میں ایک طبقہ ایسے لوگوں پر مشتمل ہوگا جو حق پر رہے گا، حق کی دعوت دے گا، باطل سے لوگوں کو منع کریں گے، لوگوں کو بچائیں گے، حق کے لیے لڑیں گے اور باطل کے ساتھ جنگ کریں گے۔

دوسری جگہ فرمایا:

یہ طبقہ اُن لوگوں کا ہوگا جو مجھ سے محبت کریں گے، اپنی جان و مال بھی لٹا کر میرے دیدار کی خواہش کریں گے، وہ میرے اخوان (بھائی) ہوں گے، میں اُن کی ملاقات کا طلبگار ہوں۔

یعنی وہ لوگ جو فتنوں کے دور میں ایمان پر قائم رہیں گے اور قرآن و سنت سے اپنا تعلق جوڑ کر رکھیں گے، یہ لوگ اپنے ایمان کو بچالیں گے۔ یہ طبقہ میری امت میں ہمیشہ رہے گا اور حق کے لیے لڑے گا، یہ لوگ نہ صرف ان فتنوں کے دور میں اپنے ایمان کی حفاظت کریں گے بلکہ دوسروں کے ایمان کی حفاظت کی جنگ بھی لڑیں گے۔

تحریک منہاج القرآن کے قیام کی ضرورت و اہمیت

فتنوں سے بچاؤ اور ایمان کی حفاظت کا دوسرا طریقہ دراصل تنظیمی وجود کی طرف اشارہ ہے کہ ہمیشہ میری امت میں ایک طبقہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے والا اور حق کے لیے جنگ لڑنے والا، باطل سے لڑائی کرنے والا اور حق کو زندہ کرنے والا رہے گا۔ کیوں رہے گا؟ اس لئے کہ آقا علیہ السلام کو معلوم ہے کہ اُن ادوار میں انفرادی (individual) طور پر کسی کے بس میں نہیں رہے گا کہ وہ رہے بھی سوسائٹی میں اور اُس کا ایمان، نیک عمل، حضور علیہ السلام سے نسبت، اللہ کی بندگی، خیر، ذہنی طہارت اور پاکیزگی بھی بچ سکے۔ جیسے اگر کوئی

کسی کو دریا میں دھکا دے دے اور کہے آپ نے اپنے کپڑوں کو گیلا نہیں ہونے دینا تو یہ ناممکن ہے، اس لئے کہ جب دریا میں دھکا دے دیا تو اب بھیگے بغیر نہیں رہ سکتے۔

آج سوسائٹی میں اس طرح کے فتنوں کے ماحول کا آغاز ہو چکا ہے اور یہ فتنے آئے روز بڑھتے جا رہے ہیں۔ اس برائی کے سمندر میں رہتے ہوئے کس طرح بچنا ہے؟ اُس کا حل آقا علیہ السلام نے مذکورہ دو طریقوں سے عطا فرما دیا ہے۔

آپ ﷺ نے جو پہلا طریقہ بیان فرمایا ہے کہ غاروں میں چلے جاؤ، وہ وقت شاید ابھی نہیں آیا۔ یہ صورت اس وقت اختیار کی جائے گی جب فتنوں کا آخری دور ہوگا۔ شاید سیدنا امام مہدی علیہ السلام کی آمد یا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت وہ دور آ جائے کہ جب ہر شخص کو ایمان بچانے کے لیے پناہ گاہوں کی ضرورت ہو۔ اس لئے کہ وہ یہ دور ہوگا جس میں آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ ایمان بھی اپنے آپ کو بچانے کے لیے مدینہ میں آ جائے گا۔ اس کا مطلب ہے کہ سارا جہان ایمان سے خالی ہو جائے گا اور ایمان کی پناہ بھی مدینہ میں ہوگی۔

آخری دور سے پہلے فتنوں کے جو ادوار ہیں، اُن میں ایمان کی حفاظت کے لئے حضور نبی اکرم ﷺ نے دوسرا طریقہ بیان فرمایا کہ فتنوں کے ان ادوار میں اہل حق کا ایک طبقہ ہوگا جو ایمان کے قیام اور باطل سے لڑنے کے لیے ہمیشہ اپنی جدوجہد جاری رکھے گا۔ اِس فرمان نبوی ﷺ کی تعمیل کے لئے لوگ اپنے اپنے دور میں اجتماعی کاوش کرتے رہے اور آج کے دور میں ان فتنوں سے حفاظت اور ایمان کے بچاؤ کے لئے ہم نے تحریک منہاج القرآن کا آغاز کیا ہے۔

اجتماعی بگاڑ کا ذمہ دار کون؟

اِس دور میں اگر کوئی شخص انفرادی حیثیت سے چاہے کہ وہ اپنے اور اپنی اولاد کے ایمان کو بچائے تو اُسے حق کے قیام کی اجتماعی کاوش کا حصہ بننا ہوگا۔ اگر ہم اردگرد کے ماحول کا تھوڑا تجزیہ کریں کہ کتنے والدین ہیں جو خود نمازی تھے، اچھی راہ پر تھے مگر ان کے بچے والدین جیسے نہیں رہے۔ آج وہ بچوں کے حالات پر روتے نظر آتے ہیں۔ اعزاء و اقارب، دوست احباب میں جگہ جگہ اس کے نمونے ملیں گے۔ کیا وجہ کہ والدین اپنی نسلوں کے ایمان کی حفاظت میں کامیاب نہیں ہو سکے؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسے والدین ایمان کی حفاظت کے خود بڑے دفاعی ماہر نہیں تھے۔ جتنا اُن سے ہو سکا، جتنی ان کی صلاحیت تھی، جتنی سمجھ تھی، جتنی اُن کے اندر ایمانی مضبوطی تھی، انہوں نے اپنا کردار ادا کیا ہوگا مگر وہ اتنے دفاعی ماہر نہیں تھے کہ جنگ کے ایسے ماحول میں جہاں گولے بھی چل رہے ہیں، تیر بھی چل رہے ہیں، تلواریں بھی چل رہی ہیں، ہر طرف سے ایمان پر حملے ہو رہے ہیں، اُس ماحول میں وہ بچوں کو اور اپنی نسلوں کو بچا سکیں۔

اس لئے کہ بدعقیدگی بھی ہے، بداعمالی بھی ہے، بداخلاقی بھی ہے، بدفکری بھی ہے۔ الغرض اس طرح کا کلچر پورے ماحول پر چھایا ہوا ہے، ساری دنیا global village بن گئی ہے۔ فحاشی و عریانی اور بے حیائی کے ہزار قسموں کے حملے ہیں۔ صرف انٹرنیٹ یا موبائل فون کی سہولت ہی لے لیں۔ کسی کو برباد کرنے کے لیے یہی ایک چیز کافی ہے۔ یہ جہاں ضروریات پوری کرتا ہے اور معلومات بھی دیتا ہے، وہیں ایمان اور اخلاق کو جلا کر راکھ کر دینے کے لیے بھی کافی (more than enough) ہے۔ مطلب یہ ہے کہ والدین بذاتِ خود اپنے طور پر (on their own) نہ اپنے ایمان کو مضبوط کر سکتے ہیں اور نہ اپنی اولادوں کے ایمان کی حفاظت کر سکتے ہیں۔ اس لیے ہر کوئی یہ کہتا سنائی دیتا ہے کہ میرے بچوں کو یہ ہوگیا، وہ ہوگیا، دعا کریں۔

یاد رکھیں! یہ چیزیں دعاؤں سے ٹھیک نہیں ہوتیں، اس کے لیے دعا سے بڑھ کر دوا کی ضرورت ہے۔ دوا یہ ہے کہ ایک ایسی تنظیم قائم کی جائے، جو اس ماحول میں ایمان اور حق کی حفاظت کا علم لے کر نکلے۔ تنظیم کی مثال درخت کی مانند ہے۔ درخت کو جڑوں سے پانی ملتا ہے، اُس پر شاخیں لگتی ہیں، شاخوں پر پھل اگتے ہیں۔ اُسی شاخ پر پھل لگتا ہے جو تنے کے ساتھ جڑی ہوئی ہو۔ شاخ کو الگ کر کے رکھ دیں اور کہیں کہ اس پر پھل لگ جائے، ایسا نہیں ہوگا۔ اس پر نہ پتے آئیں گے اور نہ پھل آئے گا۔ اُس شاخ کو بھی ہرا بھرا ہونے کے

لیے کسی تنے سے جڑنا ہے۔ ایمان کی شاخ بھی اس طرح ہری بھری ہوتی ہے کہ کسی ایک اجتماعیت میں اپنے آپ کو جوڑیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ.(آل عمران، ۳/۱۰۴)

’’اور تم میں سے ایسے لوگوں کی ایک جماعت ضرور ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائیں اور بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں‘‘۔

قرآن مجید نے جابجا اعلان کیا کہ تم میں سے ایک طبقہ ایسا ہونا چاہیے جو آیت میں مذکور فرائض کو سرانجام دے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر یہ حکم اس لئے آیا ہے کہ اس میں اُن لوگوں کے لئے عافیت اور ایمان کی حفاظت ہے جو اپنی سطح پر (on their own) اپنے، اپنے خاندان یا بچوں کے ایمان کی حفاظت نہیں کرسکتے۔ تنظیم کے قیام کے بے شمار زاویے ہیں مگر یہ ایک زاویہ بڑا اہم ہے۔

اجتماعیت سے جڑنا کیوں ضروری ہے؟

جب آپ اجتماعیت پیدا کرتے ہیں تو اس اجتماعیت کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔ اُس کی کوئی organization بنانی ہوتی ہے، اُس کو کوئی نام دینا ہوتا ہے، اُس کی ممبرشپ ہوتی ہے، رفاقت ہوتی ہے، وابستگی ہوتی ہے۔ جب آپ اس تنظیم و تحریک سے مکمل طور پر وابستہ ہوجاتے ہیں، اُس اجتماعیت کا حصہ بنتے ہیں تو پھر وہ تعلق حیا میں اضافہ کرتا ہے۔ مطالعہ کرنے، خطابات سننے، لٹریچر پڑھنے کی طرف راغب کرتا ہے۔ جس شرح و تناسب سے وابستگی اور تعلق بڑھتا چلا جاتا ہے اسی تناسب سے اس اجتماعیت سے مزید فوائد حاصل کرنے کے لئے شوق میں بھی اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

یعنی وابستگی (attachment) انسان کے اندر کچھ چیزیں پیدا کرتی ہے، ایک فطری طریقہ (natural process) سے قرب اور تعلق پیدا ہوتا ہے اور وہ چیزیں ایمان کو محفوظ کرنے کے tools and means (ذرائع) بنتے چلے جاتے ہیں۔

تحریک منہاج القرآن میں کئی رفقاء و کارکنان ایسے ہیں جن کی تیسری نسل کو بھی میں اپنی آنکھوں کے ساتھ منہاج القرآن سے وابستہ دیکھتا ہوں، وہ بھٹکے نہیں ہیں۔ جو لوگ وابستہ نہیں ہوئے اللہ پاک اُن کو توفیق دے کہ وہ جس طرح خود نماز، روزہ اور نیکی کی راہ پر ہیں، آگے اولادوں کو بھی وہ عمل منتقل کرسکیں۔

ہم معاشرے میں بہت سے لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی حد تو نیک و پارسا ہیں مگر ان کی اولاد اس طرح نہیں ہے۔ اِن کو ان کے والدین نے نیک کام کی رغبت دلائی، اِن کے والدین پہلے زمانے یعنی 60ء، 70ء، 80ء کے دہائی کے تھے۔ اُس زمانے میں دین و ایمان پر اتنے حملے نہیں تھے۔ آج سے چالیس، پچاس سال پہلے حالات بڑے مختلف تھے۔ آج جو والدین کسی بھی ایسے نئے کام کے لیے اجتماعیت میں منسلک نہیں ہوئے اور وہ اس خیال میں ہیں کہ ہم بھی تو ٹھیک راہ پر ہیں، لہٰذا ہم اپنے بچوں کو بھی قائم رکھ لیں گے، یہ ان کا مغالطہ ہے۔ وہ ٹھیک راہ پر از خود نہیں ہیں بلکہ یہ اُن کے والدین کی تربیت کا اثر ہے۔ ان کے والدین نے بڑی محنت کی تھی اور رزق حلال کمایا اور کھلایا تھا، مارتے تھے، سکھاتے تھے، آداب دیتے تھے، گھر میں بے حیائی نہیں تھی۔ اُن والدین جیسی تربیت کی سختی آج کے والدین میں نہیں ہے۔ اب نیا دور آ گیا ہے اور بچے بھی وہ سختی قبول نہیں کرتے۔ پورا کلچر تبدیل ہوگیا ہے۔ اب اُس طرح ہم بچوں کی پرورش نہیں کرسکتے جس طرح ہماری پرورش کی گئی تھی۔ اب نئے tools اور means چاہئیں۔ جنھوں نے اپنے اوپر بھروسہ کیا وہ نقصان میں ہوگئے۔ اب اُن گھروں میں بچے شرابیں پیتے ہیں، کلبوں میں جاتے ہیں، دنیا کی ہر برائی کی طرف جاتے ہیں، الامان الحفیظ۔

اجتماعیت کے انتخاب کا پیمانہ

اجتماعیت کے ساتھ منسلک ہونا ہی آج کے دور میں اپنے اور اپنی اولادوں کی حفاظت کے لئے ناگزیر ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کس اجتماعیت کے ساتھ منسلک ہوں؟

میں ہمیشہ یہ کہتا ہوں منسلک ہونے سے پہلے اچھی طرح سوچیں اور دیکھیں کہ جس تنظیم اور اجتماعیت سے رفاقت یا تعلق

قائم کر رہے ہیں، وہ جگہ درست اور اہل بھی ہے یا نہیں۔۔۔؟ سوچیں کہ جس مقصد کے لیے داخل ہو رہا ہوں میرا وہ مقصد پورا بھی ہو گا یا نہیں۔۔۔؟ ایسی جگہیں بھی ہیں کہ آپ کسی عقیدت کے ساتھ کسی کے ساتھ منسلک ہوگئے مگر انہوں نے آپ سے پیسے ہی بٹورنے ہیں، آپ سے نذرانے ہی لینے ہیں۔ آپ ان کے ہاتھ چومیں گے، خدمت کریں گے، نذرانہ دیں گے اور دعائیں لے کر گھر آ جائیں گے۔ اُس کے علاوہ وہاں سے ساری زندگی کچھ نہیں ملنا۔ لہٰذا بنیادی اور اہم بات یہ ہے کہ جس مقصد کے لیے اجتماعیت کا حصہ بننا ضروری ہے کیا وہ مقصد بھی وہاں میسر آیا یا نہیں؟ لہٰذا فیصلے سے پہلے یہ ضرور پرکھیں۔

اگر میرے پرانے خطابات کو سنیں، جنہوں نے مجھے 80ء اور 90ء کی دہائی میں سنا ہے اُن کو یاد ہوگا کہ میں اپنے طلبہ اور رفقاء سے کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ رہتے ہیں، مجھے سنتے ہیں، میری مجلس وصحبت میں بیٹھتے ہیں، عقیدت میں شاید یہ سمجھتے ہوں گے کہ میرے جیسا دنیا میں ہے ہی نہیں۔ ایسا خیال ہرگز نہ کریں، یہ مبالغہ آرائی ہے۔ آپ معاشرے میں گھومیں پھریں، تلاش کریں مگر یہ کہ اپنے کچھ معیارات بنائیں کہ آپ کے تقاضے اور requirements کیا ہیں؟ اس دور میں اپنے ایمان کو بچانے بلکہ مضبوط تر کرنے اور اگلی نسلوں کو منتقل کرنے کے لیے کیا کیا تقاضے ہیں، وہ ضرور لکھ لیں اور پھر عرب بھی جائیں، عجم بھی جائیں، شام جائیں، عراق جائیں، دو دو چار چار مہینے لوگوں کے پاس گزاریں۔ دنیا کے نامور لوگوں کو سنیں، اُن کے پاس کچھ وقت گزاریں۔ جہاں سب سے بہتر آپ کو مل جائے یا طبیعت اطمینان پائے، بس اُس اجتماعیت کا حصہ بن جائیں اور مجھے بھول جائیں۔

میں نے سیکڑوں بار یہ بات کہی۔ اس لئے کہ جس مقصد کے لیے میرے پاس آپ نے آنا تھا وہ مقصد مجھ سے بہتر کسی اور جگہ اگر پورا ہو جائے تو میں آپ کو حکماً کہوں گا کہ اُدھر مڑ جائیں، مجھ سے بہتر وہاں مقصد پورا ہو رہا ہے۔ لیکن اگر گھوم پھر کر پوری دنیا میں دیکھیں کہ کسی اور جگہ اجتماعیت کو اختیار کرنے کا مقصد اُس طرح پورا نہیں ہو رہا، بلکہ منہاج القرآن میں ہوتا ہے، تب واپس آ جائیں۔ اگر اِس سے بہتر یا اس جیسا کہیں اور پورا ہوتا ہے تو جائیں مگر یہ ضروری ہے کہ اجتماعیت سے جڑیں۔ تنہا رہیں گے تو آپ ناکام ہوجائیں گے، اس لئے کہ حملے سخت ہیں، اپنی زندگی میں ناکام ہو جائیں گے۔ ہوسکتا ہے کہ اپنی گزر اوقات کر لیں مگر بچوں کے ایمان کی حفاظت میں ناکام ہوجائیں گے اور انہیں ایمانی، اخلاقی اور روحانی طور پر برباد کر بیٹھیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَهْلِیْکُمْ نَارًا. (التحریم، ٦٦/٦)

''اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے بچاؤ''۔

گویا ہمارے اوپر کم سے کم ایک نسل کی ذمہ داری ہے، ہم سے پوچھا جائے گا کہ وہ کیوں برباد کی، ان کے ایمان کی حفاظت کے لئے کیا اقدامات کئے۔ دماغ اور آنکھوں کو کھلا رکھ کر، تنقیدی نگاہ سے ہر ایک کو پرکھ کر، اپنے معیارات کو ذہن میں رکھ کر فیصلہ کریں کہ کس اجتماعیت سے وابستہ ہوا جائے۔ اس لئے کہ اجتماعیت سے منسلک ہونا وقت اور ماحول کی ضرورت ہے۔ اجتماعیت کے بغیر رہنا اپنے آپ کو بڑے خطرے میں رکھنا ہے۔ آپ اکیلے بڑی لہروں کا اور بڑے طوفانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ خاص طور پہ اپنی نسلوں کو تیار کریں، پھر اُن کے جو بچے آئیں گے وہ اُن کو محفوظ کریں گے، اس طرح نسل در نسل ایمان، آقا علیہ السلام کے تعلق اور غلامی کا رشتہ آگے منتقل ہوتا چلا جائے گا۔

کسی اجتماعیت کا حصہ بننے کے لئے آنکھیں اور دماغ کھلا رکھیں، اندھا نہ بنیں، سوچ بچار کریں۔ اس لئے کہ بڑے بڑے دعویدار ہوں گے، ہماری تنظیم کے لوگ بھی دعوے کرتے ہوں گے، کوئی عقیدت مند مبالغہ بھی کرتا ہوگا۔ لیکن وابستگی سے پہلے سوچیں، جس کے ساتھ جڑنا ہے اُس کے رات دن دیکھیں کہ باہر کیا کرتا ہے اور اندر کیا کرتا ہے؟ لوگوں کی مجلس میں کیا ظاہر کرتا ہے اور جب تنہا ہوتا ہے، خاص دوستوں میں ہوتا ہے تو اُس وقت اُس کا کردار، گفتگو اور طرزِ عمل کیا ہوتا ہے۔۔۔؟ اُس کی اپنی نجی سوچیں کس طرح کی ہیں اور لوگوں کو تبلیغیں کس طرح کی ہیں۔۔۔؟ ان چیزوں پر ضرور غور کریں۔

لوگ جب باہر نکلتے ہیں تو بڑا جبہ، عمامہ، تسبیح ہاتھ میں

لے کر بڑی وضع قطع کے ساتھ نکلتے ہیں۔ بڑے بڑے لوگ سادگی میں دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ ان کو پرکھنے کے لئے جہاں ان کے شب و روز اور خلوت وجلوت کو دیکھیں وہاں ایک پیمانہ یہ بھی ہے کہ ان کی اولاد کو بھی دیکھیں کہ اُن کی اولاد اپنے باپ کی پیروی (follow) کرتی ہے یا نہیں۔ یہ بھی ایک زبردست پیمانہ ہے۔ میرے پاس کئی مشائخ اور پیر آ کر روتے ہیں کہ ایک یا دو بیٹے ہیں، بگڑ گئے، کہنا نہیں مانتے، دوسری راہ پر چلے گئے ہیں، دعا کریں۔ یا اُن کو میرے پاس بھیجتے ہیں کہ آپ کے بہت عقیدت مند ہیں، آپ کوئی نصیحت کر دیں کہ باپ کی بات سن لیں۔ میں ان کے بچوں کو نصیحت ضرور کرتا ہوں لیکن اُن کے باپ کو اس عمر میں بات سمجھا نہیں سکتا کیونکہ اب اُن کے ہاتھ میں رہا کچھ نہیں۔

سوال تو کرنے کا یہ ہے کہ اولاد نے باپ کو بطور نمونہ (ideal) سامنے کیوں نہیں رکھا۔۔۔؟ اس کی راہ پر کیوں نہیں چلے۔۔۔؟ یہ سوال اپنے آپ سے کرنے کا ہے۔ سوچنا یہ ہے کہ باہر کے لوگ میری راہ پر چلتے ہیں لیکن میری اولاد اور گھر والے نہیں چلے۔ یہ اصل سوال ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ باہر کے لوگ آپ کا جبہ، دستار، عمامہ، تسبیح، وضع قطع، دکھلاوا اور زندگی کا باہر دیکھتے ہیں جبکہ اولاد، خاندان کا فرد (family members) ہے، وہ آپ کی اصل حقیقت دیکھتے ہیں۔ جب آپ گھر میں داخل ہوتے ہیں تو آپ کا ظاہر اتر جاتا ہے اور اصل روپ بچوں کے سامنے آ جاتا ہے۔ بچے تو رات دن دیکھتے ہیں کہ ہمارا باپ کیا کرتا ہے اور کیا نہیں کرتا۔۔۔؟ کس طرح سوچتا اور گفتگو کیا کرتا ہے۔۔۔؟ اُس کے اندر دنیا داری کتنی ہے اور دین کتنا ہے۔۔۔؟ تقویٰ و پرہیزگاری کتنی ہے اور عیاری مکاری کتنی ہے۔۔۔؟ سچ کتنا ہے اور جھوٹ کتنا ہے۔۔۔؟ بچوں سے تو کچھ چھپا ہوا نہیں ہوتا۔ لہذا سوچنا چاہیے کہ اولاد نے idealise کیوں نہیں کیا۔ اس لیے idealise نہیں کیا کہ ہمارے ظاہر اور باطن کا تضاد سب سے پہلے اولاد اور فیملی پر ظاہر (expose) ہوتا ہے۔

منہاج القرآن سے نسبت کے روحانی ثمرات

منہاج القرآن سے نسبت کے روحانی فائدے بھی کئی ہیں، ان میں دو چیزیں بتاتا ہوں:

ا۔ اول یہ کہ یہ محمدی مشن ہے، یہ مرکز منہاج القرآن آقا علیہ السلام کے فرمان پر ہی قائم کیا۔ یہ حضور علیہ السلام کا مشن ہے، اُن کی نوکری ہے اور یہ سارا حضور ﷺ ہی کا فیض ہے۔ لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ اتنی کتابیں کیسے لکھ لیں۔۔۔؟ اتنے وقت میں اتنا کام کیسے ہو گیا۔۔۔؟ اتنے وقت میں دنیا میں نیٹ ورک کیسے بن گیا۔۔۔؟ اتنا کام کیسے ممکن ہے۔۔۔؟ اس کا جواب میرے پاس بھی نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ تو آقا ﷺ کا فیض ہے اور اللہ کا کام ہے۔ یہ جن کا کام ہے، جنہوں نے کروانا تھا، انہوں نے ہی توفیقات دیں، انہوں نے ہی تکمیل کروا دی اور انہوں نے ہی یہاں تک پہنچا دیا۔ میں تو ایک ذریعہ (tool) تھا، بس انہوں نے کرم کر دیا اور نوکری کے لیے چن لیا۔ یہ بھی اُن کا کرم ہے، ورنہ بڑے بڑے اچھے نوکر ہیں۔ اُن کے پاس کوئی کمی نہیں، ہم تو نوکروں میں بھی کسی قطار کے نہیں ہیں۔ انہوں نے کرم کر دیا تو یہ ہو گیا، ورنہ انسانی بس میں یہ نہیں۔ منہاج القرآن پر حضور علیہ السلام کا روحانی فیض ہے۔

۲۔ دوسرا روحانی فائدہ یہ ہے کہ حضور سیدنا غوث الاعظمؓ سے میں نے روحانی طور پر ایک درخواست کی تھی کہ جو منہاج القرآن کا رفیق ہوجائے اُس کو کسی اور پیر کی ضرورت نہ ہو اور وہ صرف سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا مرید ہو۔ جیسے میں ان کا مرید ہوں۔ اس درخواست پر انہوں نے عالم رؤیا میں مجھ سے اس کا تحریری وعدہ فرمایا ہے۔ لہذا اب جو تحریک منہاج القرآن کی رفاقت اختیار کر لے گا بشرطیکہ اس پر عمل بھی کرے اور مرتے دم تک اس پر صدق و اخلاص اور وفا سے قائم رہے تو وہ سیدنا غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مریدین میں وہیں کھڑا ہوگا، جہاں میں ہوں گا۔ میں نے یہ درخواست کی تھی اور ایک سال تک انتظار کیا، سال کے بعد تمام منظوریوں کے بعد مجھے جواب آیا۔ اس تحریک اور مشن سے وابستگی کا یہ دوسرا روحانی اضافی فائدہ ہے۔

یہ تحریک اور مشن، محمدی مشن ہے اور سارا فیض ہی حضورﷺ کا فیض ہے۔ منہاج القرآن، آقا علیہ السلام کے ہی چشمے سے سیراب ہو رہا ہے۔ بلاشبہ ہر صدی میں جنہوں نے ایسے کام کیے اور دین و ایمان کو زندہ کیا، تجدید کی، وہ آقا علیہ السلام کے فیض سے ہی کیا۔ ہر صدی میں جنہوں نے اتنے بڑے کام کیے، حضورﷺ کے فیض اور اللہ کی مدد کے ساتھ ہی ممکن ہوئے۔ ہمارے بعد کی صدیوں میں بھی اللہ جن کو چنے گا اور ایسے کام جن کے سپرد کرے گا، انہیں بھی اپنی خاص مدد اور آقا علیہ السلام کے فیض سے ہی نوازے گا اور اسی سے ہی تکمیل ہوگی۔ اتنا بڑا کام انسانی وسائل و ذرائع سے نہیں ہوتا۔ یہ اللہ اور اُس کے رسولﷺ کی مدد سے ہی ہوتا ہے۔

اس وابستگی کا مطلب یہ ہے کہ تجدید دین کا کام جو ہو رہا ہے، بندہ اُس تجدید کا حصہ بن جاتا ہے۔ اپنے ایمان کی بھی تجدید کرتا ہے اور امت اور سوسائٹی کے ایمان کی تجدید کے اجتماعی process کا حصہ بھی بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں مصطفوی مشن پر استقامت نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلینﷺ

تحریک کی تجدیدی خدمات پر ایک نظر

17 اکتوبر 1980ء تحریک منہاج القرآن نے اپنے آغاز سے لے کر آج تک 37 سالوں میں قومی و بین الاقوامی سطح پر عدیم النظیر خدمات سرانجام دیں۔ بلاشبہ تحریک اس صدی کی تجدیدی تحریک ہے جو مجدّدِ رواں صدی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی قیادت میں احیائے اسلام، تجدیدِ دین، اصلاحِ احوال، قیامِ امن اور بنیادی انسانی حقوق کی بحالی کے لئے ہر سطح پر مصروفِ عمل ہے۔ ذیل میں تحریک کی تجدیدی خدمات کا ایک اجمالی جائزہ نذرِ قارئین ہے:

1۔ فروغِ عشقِ رسولﷺ

☆ دنیا بھر میں فروغ عشقِ مصطفیﷺ کانفرنسز کا انعقاد

☆ عقیدہ رسالت کا حقیقی و علمی دفاع

☆ گستاخی رسالت کے خلاف قانون سازی میں کردار

☆ عالمی سطح پر گستاخی رسالت کے خلاف آواز بلند کرنا

☆ عالمی محفل میلاد کا تین عشروں سے انعقاد

☆ میلاد فیسٹیول کے ذریعے نئی نسلوں میں عشق رسول کا فروغ

☆ امت میں ضیافت میلاد کے کلچر کو بحال کرنا

2۔ اعتقادی خدمات

☆ عقیدہ رسالت کا دفاع اور فروغ

☆ عقیدہ توحید اور اس سے متعلق اشکالات کا ازالہ

☆ دورہ صحیح البخاری اور دورہ صحیح مسلم کا انعقاد

☆ جشن میلاد النبیﷺ کو دنیا بھر میں ایک کلچر بنانا

☆ عقیدہ سیدنا امام محمد مہدی کے بارے میں امت کے اشکالات کا خاتمہ

☆ دفاع شان شیخینؓ

☆ دفاع شان علی شیر خداؓ

☆ عقیدہ ختم نبوت کا علمی و فکری ہر سطح پر دفاع

☆ عقیدہ ختم نبوت پر سب سے ضخیم کتاب

☆ عقائد کے باب میں 70 سے زائد کتب کی اشاعت

3۔ دعوت و تبلیغ اور اشاعت اسلام

☆ 6000 سے زائد موضوعات پر خطابات

☆ 530 سے زائد کتب کی اشاعت

☆ دنیا بھر میں لائبریریز اور سیل سینٹرز کا قیام

☆ تعلیمات اسلام کو میڈیا کے ذریعے گھر گھر پہنچانا

☆ بین الاقوامی یونیورسٹیز میں لیکچرز

4۔ اصلاحی خدمات

☆ اعتقادی اصلاح احوال

توحید و رسالت کے عقیدے میں توازن قائم کرنا

اہل سنت کے عقائد میں پیدا ہونے والے بگاڑ کی اصلاح

مناظرانہ کلچر کا خاتمہ

بین المسالک رواداری کا قیام

☆ فکری و نظریاتی اصلاح احوال

مایوس قوم کو فتح کا یقین دلانا

قرآنی فلسفہ انقلاب کے ذریعے انقلاب کی فکر کو مضبوط کرنا

60 سالوں سے بے منزل قوم کو منزل کا شعور دینا

قوم کو اس کے دشمن نظام سے آگاہ کرنا

☆ اخلاقی و روحانی اصلاح احوال

تصوف کے علمی احیاء میں خدمات

تصوف کی تاریخ اور اسکے دیگر موضوعات پر 100 لیکچرز

تصوف کے عملی احیاء میں خدمات

تصوف پر کئے جانے والے اعتراضات کا جواب

دنیا بھر میں لاکھوں کارکنان کا پرامن کردار وعمل

تین عشروں سے سالانہ روحانی اجتماع کا انعقاد اور لاکھوں افراد کے لئے توبہ کے ماحول کی فراہمی

☆ علمی و تعلیمی اصلاح احوال

تعلیمی ثنویت کا خاتمہ

توجہی نہیں تخلیقی علم کا فروغ

5۔ علم الحدیث میں گرانقدر خدمات

☆ علم حدیث میں 100 سے زائد کتب کی اشاعت

☆ علمی دنیا میں 5 صدیوں کے بعد ایک معرکۃ کتاب المنہاج السوی کی اشاعت

☆ معارج السنن (موضوعات ترتیب کے لحاظ سے) احادیث رسول ﷺ کا اسلامی تاریخ کا دوسرا بڑا ذخیرہ

6۔ تعلیمی و تدریسی خدمات

☆ MES کا قیام

☆ کالجز آف شریعہ کا قیام

☆ چارٹرڈ یونیورسٹی کا قیام

☆ غیر سرکاری سطح پر دنیا بھر میں تعلیمی اداروں اور اسلامک سینٹرز کا قیام

☆ قدیم نصاب میں ترمیم

7۔ تنظیمی نیٹ ورک کا قیام

☆ یونین کونسل سطح تک مضبوط ترین تنظیمی نیٹ ورک کا قیام

☆ دنیا کے 100 سے زائد ملک میں تنظیمی نیٹ ورک کا قیام

8۔ سیاسی خدمات

☆ پاکستان عوامی تحریک کا قیام

☆ عوام الناس کی سیاسی، سماجی اور معاشرتی تربیت

☆ سیاست میں مثبت تنقید اور حقیقی اپوزیشن کا کردار

☆ نوجوان نسل کی درست سمت سیاسی و سماجی رہنمائی

9۔ آئینی و قانونی شعور کا فروغ

☆ تحریک بیداری شعور کا آغاز

☆ انتخابی اصلاحات کا تعارف اور نفاذ کیلئے تاریخ ساز کوشش

☆ عوام کے آئینی حقوق شعور کی آگاہی

☆ تبدیلی نظام کیلئے تاریخ ساز انقلاب مارچ اور دھرنا

☆ منزل کے حصول تک جدوجہد جاری رکھنا

10۔ فلاحی خدمات

☆ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کا قیام

☆ تعلیم میں فلاحی خدمات

☆ صحت کی سہولیات کی فراہمی میں خدمات

☆ فلاح عام میں خدمات

11۔ تبدیلی نظام کی جہد مسلسل

☆ قوم کو ان کے حقیقی مسائل سے آگاہی

نظام کی تبدیلی کی انقلابی جدوجہد

☆ ملکی مسائل اور ان کے حل کی فراہمی

احتساب کے نظام کی فراہمی

تعلیمی نظام میں وسعت کا فارمولا

ملک کے عدالتی نظام کے مسائل کا حل

ملک کے انتظامی مسائل کا حل

ملکی سیاسی مسائل اور ان کا حل

وسائل کی فراہمی کا انقلابی منصوبہ

تحریک منہاج القرآن کے فکری ونظریاتی امتیازات

1۔ جامعیت 2۔ خالصیت 3۔ صالحیت

4۔ انقلابیت 5۔ آفاقیت

❁❁❁❁❁

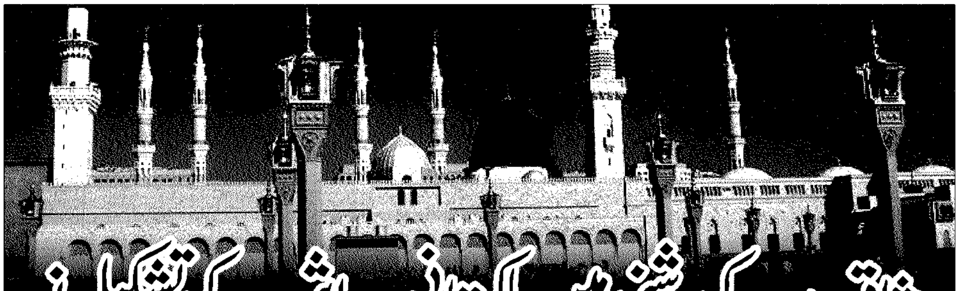

میثاقِ مدینہ کی روشنی میں پاکستانی معاشرے کی تشکیلِ نو

میثاقِ مدینہ سماجی، دفاعی، فلاحی معاہدہ تھا

ہجرت مدینہ سے قبل یثرب میں کوئی دستور نہ تھا

خصوصی تحریر: ڈاکٹر حسن محی الدین قادری

انسان کی یہ فطرت رہی کہ اگر اسے آزاد اور بے لگام چھوڑ دیا جائے تو اس کے شہوانی جذبات ابھر جاتے ہیں اور یہ شتر بے مہار کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اگر اسے ایک ضابطے میں رکھا جائے تو یہ دل و دماغ کو حد میں رکھتا ہے۔ گویا ضابطے کا عمل تہذیب کا نقطۂ آغاز ہے۔ ضابطے جب ترقی کرتے ہیں تو قانون بنتے ہیں اور یہ قانون بڑھتے بڑھتے ایک میثاق یا آئین کے درجے کو چھو لیتے ہیں۔ کسی بھی معاشرے کی ترقی، خوش حالی اور امن و امان کی صورت حال اس معاشرے میں قانون کی عمل داری کو ظاہر کرتی ہے۔ کسی معاشرے میں جس قدر قانون کی عمل داری ہوگی، معاشرے میں اُسی قدر عدل و انصاف، آسودگی اور امن و امان کی صورتِ حال بہتر ہوگی۔

یوں تو انسان نے اوائل زمانے ہی سے بقائے انسانی اور مل جل کر رہنے کے لیے کسی نہ کسی حد تک آپس میں ضابطے طے کر لیے ہوں گے۔ جیسے جیسے انسانی ترقی ہوتی چلی گئی، ویسے ویسے یہ ضابطے بھی ترقی کے مدارج طے کرتے چلے گئے۔ صدیوں پر صدیاں گزرتی چلی گئیں اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام نبی اپنی اپنی امتوں کو تہذیب و اخلاق سکھاتے گئے، مگر قابلِ غور بات یہ ہے کہ ہزاروں سال گزر جانے کے باوجود ضابطوں کا یہ عمل ابھی انفرادیت کی حد تک ہی چل رہا تھا اور روئے زمین پر کہیں بھی معاشرتی سطح کو نہیں چھو سکا تھا۔

آخر بشریت اپنے اوجِ کمال کو اس وقت پہنچی جب آپ ﷺ نے کوہِ صفا پر اپنی بعثت کا اعلان فرمایا۔ اس کے ساتھ ہی انسانیت کے کمال کا دور شروع ہوا۔ یہ دور اپنے اوج پر اس وقت پہنچا جب آفتابِ رسالت مدینہ منورہ میں طلوع ہوا۔ اس وقت کا یثرب گوناگوں مسائل کا شکار تھا اور یہاں دو قسم کے لوگ موجود تھے:

۱۔ قبائلِ اوس و خزرج کے سادہ لوح کاشت کار، جنہیں بعد میں انصارِ مدینہ کا لقب ملا۔

۲۔ یثرب کی معیشت پر قابض یہودی۔

یثرب میں آباد یہودی تیز اور موقع شناس تھے جب کہ اوس و خزرج کے لوگ سادہ لوح تھے؛ جو کہ قوت، طاقت اور بہترین معاشی وسائل رکھنے کے باوجود آپس میں لڑتے رہتے تھے اور یہودی ان کے خلفشار سے بھرپور فائدہ اٹھا رہے تھے۔ رسولِ مکرم ﷺ کی مدینہ ہجرت کے بعد انصارِ مدینہ نے انہیں اپنا نجاتِ دہندہ سمجھتے ہوئے سر آنکھوں پر رکھا اور گروہ در گروہ

اسلام میں داخل ہونے لگے۔ ہادیِ برحق حضرت محمد ﷺ نے شہرِ مدینہ کو باضابطہ چلانے اور دشمنوں کی جانب سے مستقل خطرے کا سدِ باب کرنے کے لیے، معاشرے کے تمام فریقین یہود، مشرکین اور مسلمانوں کو نظم کی ایک لڑی میں پرو دیا۔ آپ ﷺ کی یہ کاوش محض زبانی کلامی نہیں بلکہ یہ تاریخ انسانیت میں پہلا باضابطہ دستور تھا، جسے ’میثاقِ مدینہ‘ کا نام دیا گیا۔

میثاقِ مدینہ کی اہمیت محض تاریخ اسلام میں ہی جاوداں نہیں بلکہ پوری تاریخِ انسانیت ایسی روشن مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ میثاقِ مدینہ محض ایک روایتی معاہدہ نہ تھا بلکہ یہ ایک سماجی، دفاعی، فلاحی اور عوامی میثاق تھا۔ اس تاریخی میثاق نے مدینہ کے شہریوں کو نئی دنیا سے متعارف کرایا۔ ہر طرف امن و امان، خوش حالی اور بھائی چارہ کی بادِ بہاری چلتی دکھائی دے رہی تھی اور لوگوں کے چہروں پر خوشیوں، مسرتوں اور اخوت کے پھول کھلتے نظر آ رہے تھے۔ اس لحاظ سے میثاقِ مدینہ نہ صرف مدینہ کی پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد بنا بلکہ مصطفوی انقلاب کا پیش خیمہ بنا۔

اگر ہم ہجرتِ مدینہ سے قبل کے یثرب کے ساتھ موجودہ پاکستانی معاشرے کا موازنہ کرتے ہیں تو بہت سے مشترکہ حقائق دکھائی دیتے ہیں۔ اس حوالے سے میثاقِ مدینہ کے 63 آرٹیکلز میں سے صرف چند آرٹیکلز کی روشنی میں موجودہ گھمبیر صورتِ حال کے ساتھ تقابلی جائزہ کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ موجودہ پاکستانی معاشرہ میثاقِ مدینہ سے پہلے کے یثرب سے کس حد تک مماثلت رکھتا ہے اور ان حالات میں میثاقِ مدینہ کی روشنی میں ایک ضابطہ اخلاق طے کرنے کی کس حد تک ضرورت ہے؟

ا۔ پاکستانی معاشرہ میں فکری وحدت کا فقدان

جب ہم پاکستانی معاشرے کا گہری نظر سے موازنہ کرتے ہیں تو اس کا شیرازہ بکھرا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمیں اس میں نہ قومیت نظر آتی ہے اور نہ ہی جمہوریت دکھائی دیتی ہے۔ یہاں نہ تو اِتحادِ امت کا کوئی تصور نظر آتا ہے اور نہ ہی مذہبی ہم آہنگی عمل پیرا نظر آتی ہے۔ اس میں نہ تو بین المذاہب رواداری کا کوئی عکس دکھائی دیتا ہے اور نہ ہی دستور کی عملی شکل اور اطلاق نظر آتا ہے۔ نہ ہی ریاست کا احترام ملحوظِ نظر رکھا جاتا ہے اور نہ ہی آئینی طبقات کی یکجائیت کا کوئی عملی تصور دکھائی دیتا ہے۔ مملکتِ خداداد پاکستان میں نہ تو فرائض کی ادائیگی کا التزام ہے اور نہ ہی حقوق کے مساویانہ نظام کا انتظام۔ یہاں نہ تو معاشی کفالت کا انتظام ہے اور نہ ہی سماجی فلاح و بہبود کا کوئی مثالی ڈھانچہ موجود ہے، حتی کہ بنیادی انسانی حقوق کی سرے سے کوئی ضمانت ہی نہیں ہے۔

ہاں اگر ایسا ہے تو صرف دستور کی حد تک ہے جو کہ تحریری طور پر کتابی شکل میں موجود ہے۔ ہمیں وہ دستور عملی طور پر کسی شکل میں اُس طرح نظر نہیں آتا کہ ہر شہری کو مذہب یا رنگ و نسل کی تفریق کے بغیر یکساں حقوق میسر ہوں۔ یہاں کسی کو مال و جان کا یقینی تحفظ نہیں ہے، کیوں کہ نہ تو یہاں امن ہے اور نہ ہی امان۔ نہ یہاں امن کی کوئی ضمانت دی جا سکتی ہے اور نہ ہی جان و مال کی حفاظت کی۔ نہ یہاں کسی کی عزت کا تحفظ ہے اور نہ ہی کسی کی آبرو کا۔ ایسا کہتے ہوئے ہمیں بہت دکھ اور افسوس ہوتا ہے کہ ہم ایک ایسے ملک میں رہ رہے ہیں، جہاں ”جس کی لاٹھی اس کی بھینس“ کا قانون رائج ہے۔

بانیِ پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح نے جب بطور گورنر جنرل حلف اٹھایا تو متحدہ ہندوستان کے آخری وائسرے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے کہا: ’میں آپ سے اپیل کروں گا کہ آپ پاکستان میں مغل بادشاہ جلال الدین اکبر کے نظام کو نافذ کریں، جس کے اندر رواداری بھی تھی، اخوت بھی تھی، بھائی چارہ بھی تھا اور انسانیت کی خیر خواہی بھی موجود تھی۔‘

قائد اعظمؒ نے اس بات کا جواب کچھ یوں دیا: ’مجھے کسی اکبر کی طرف دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں پاکستان میں ریاستِ مدینہ کا وہ نظام نافذ کروں گا جو پیغمبر اسلام ﷺ نے چودہ سو سال قبل میثاقِ مدینہ کی صورت میں نافذ فرمایا تھا۔‘

اندازہ کیجیے کہ قائداعظم کا یہ خواب تھا جس کے تحت **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کے نفاذ کی خاطر یہ خطہٴ پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔ آج ہم پاکستان کو دیکھتے ہیں تو وہی صورتِ حال واضح ہوتی ہے جو مدینہ کی تاریخ میں جنگِ بُعاث کے موقع پر دکھائی دیتی تھی۔ یہ جنگ اس قدر ہولناک اور خون ریز تھی کہ قبیلہ اَوس اور قبیلہ خزرج کے تقریباً تمام نامور بہادر میدانِ جنگ میں کام میں آ گئے تھے۔ اس قدر جانی نقصان کے سبب دونوں قبائل کی افرادی قوت جاتی رہی اور وہ جلد ہی ہر شعبہ میں کمزور ہو گئے۔ گویا آج پاکستانی قوم بھی اوس و خزرج کی طرح اپنے دشمنوں کی ریشہ دوانیوں کے سبب باہمی لڑائیوں اور انتشار کا شکار ہوکر اپنی جڑیں خود کھوکھلا کر رہی ہے۔ اس خطرناک صورتِ حال میں طاقت، قوت اور وقار حاصل کرنے کا راستہ صرف اتحاد و یگانگت ہے۔

۲۔ یثرب کا فکری انتشار

حضور نبی اکرم ﷺ کی ہجرتِ مدینہ سے قبل یثرب کی سرزمین کسی باقاعدہ دستور یا نظام نہ ہونے کی وجہ سے جہنم زار بنی ہوئی تھی۔ ہر طرف بدامنی، افراتفری، خونریزی، بربریت اور نفاق کا دور دورہ تھا۔ اُس دور میں انصارِ مدینہ کے دو قبائل اوس اور خزرج آباد تھے۔ دوسری طرف یہود کے تین قبیلے بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ تھے جو پورے یثرب پر غالب تھے۔ کہنے کو وہاں برائے نام قبائلی نظام موجود تھا مگر اُس نظام کے اندر کسی انسان کی عزت و آبرو، جان و مال کی حفاظت اور اُس کے مذہبی و روایتی رسوم و رواج اور ثقافت کے تحفظ کی کوئی ضمانت نہیں تھی۔

یہ سب طبقات کسی ایسے مسیحا کی تلاش میں تھے جو وہاں امن و امان قائم کر سکے اور لوگوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ یقینی بنا سکے۔ گردشِ دوراں کے مارے مفلوک الحال لوگوں نے جب پیغمبر رحمت ﷺ کو مسیحا کے طور پر پہچان لیا، کیونکہ وہ جان چکے تھے کہ ان کی تعلیمات امن و آشتی پر مبنی، محبت پر استوار، رواداری پر ایستادہ، اخوت و بھائی چارے پر مبنی اور داخلی و خارجی دونوں طرح کے امن کی ضامن ہیں۔ اس پر مستزاد وہ ہر طرح کے فسق و فجور کے خاتمے کی ضمانت بھی فراہم کرتی ہیں۔ وہ ہر طرح کے معاشرتی، معاشی اور سیاسی استحصال کے خاتمے کی ضامن بھی ہیں۔ وہ دولت کی مساویانہ تقسیم اور آسائش میں سب کو شریک اور امن و امان میں سب کو ذمہ دار بنانے پر قائم ہیں۔ انہوں نے ان روشن اور فلاحی حقائق پر متفقہ طور پر آقا ﷺ کو اپنا پیشوا تسلیم کیا اور آپ ﷺ کو بلاشرکتِ غیرے سربراہِ ریاست منتخب کر لیا۔

پاکستان کی موجودہ صورتِ حال بھی ہم سے ایک متفقہ قیادت لانے کا تقاضا کرتی ہے جسے دین کا کامل شعور ہونے کے ساتھ ساتھ عصری اور عالمی تقاضوں سے مکمل آگہی حاصل ہو۔ جس نے دنیا بھر کا مشاہداتی جائزہ لیا ہو اور اسے دنیا بھر میں امن، انسان دوستی، برداشت اور رواداری کا نمونہ سمجھا جاتا ہو۔ لہٰذا ہم سے وقت یہی تقاضا کر رہا ہے کہ ہم تمام وابستگیوں اور تعصّبات کو بالاے طاق رکھتے ہوئے مصطفوی انقلاب کے نعرۂ مستانہ پر لبیک کہتے ہوئے پوری قوم کو ایک نکتے پر مجتمع کریں۔

۳۔ اُمتِ واحدہ کا تصور (اشکالات کا اِزالہ)

حضور نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ تشریف لاتے ہی سب سے پہلے تمام طبقات کو ایک وحدت میں پرونے کے لیے اتفاقِ رائے سے دستور مرتب کیا جسے 'میثاق' یا 'الصحیفۃ' کہتے ہیں۔ اُس میں آپ ﷺ نے پہلی مرتبہ اُمتِ واحدہ کا تصور دیا یعنی geographical nation کا تصور دیا۔ آپ ﷺ نے تمام مذاہب میں باہمی اتحاد کا نظریہ دیا۔ اس طرح مختلف ثقافتوں اور مختلف قبائل کو ایک دستور کی چھتری تلے جمع کر دیا۔ یوں تاریخِ انسانی میں پہلی بار ایک معاشرے میں موجود تمام مذاہب کی مشترکہ ریاست کا وجود جنم لے رہا تھا۔ آپ ﷺ نے میثاقِ مدینہ کے پہلے آرٹیکل میں فرمایا:

هٰذَا كِتَابٌ مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ (رَسُوْلِ اللهِ)، بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ مِنْ قُرَيْشٍ وَ(أَهْلِ) يَثْرِبَ، وَمَنْ

تَبِعَهُمْ فَلَحِقَ بِهِمْ وَجَاهَدَ مَعَهُمْ.

'یہ (دستوری) دستاویز (اللہ کے) نبی (اور رسول) حضرت محمد ﷺ کی طرف سے جاری کردہ ہے۔ یہ (اس معاہدہ پر مبنی ہے جو) قریش اور اہلِ یثرب کے مومنین و مسلمین اور اُن لوگوں کے مابین طے پایا ہے، جو اِن کی پیروی کرتے ہوئے ان کے اتحاد میں شامل ہوئے ہیں (یا بعد ازاں شامل ہوں گے) اور ان کے ساتھ مل کر جد و جہد کریں گے۔'

تاریخِ انسانی کے سب سے پہلے دستور کے دوسرے آرٹیکل میں فرمایا گیا:

إِنَّهُمْ أُمَّةٌ وَاحِدَةٌ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ.

'تمام (دنیا کے دیگر) لوگوں کے بالمقابل ان کی ایک علیحدہ سیاسی وحدت (قومیت) ہوگی۔'

یعنی یہ اُمت واحدہ ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ يَهُوْدَ بَنِي عَوْفٍ أُمَّةٌ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ، لِلْيَهُوْدِ دِيْنُهُمْ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ دِيْنُهُمْ مَوَالِيهِمْ وَأَنْفُسُهُمْ، إِلَّا مَنْ ظَلَمَ أَوْ أَثِمَ فَإِنَّهُ لَا يُوْتِغُ إِلَّا نَفْسَهُ وَأَهْلَ بَيْتِهِ.

(سیرت ابن هشام، ۳:۳۴۔ البدایة والنهایة، ۳:۲۲۵)

'بنو عوف کے یہودی، اہلِ ایمان کے ساتھ ایک سیاسی وحدت تسلیم کیے جاتے ہیں، یہودیوں کے لیے ان کا دین اور مسلمانوں کے لیے ان کا دین، موالی ہوں یا اصل، ہاں جو ظلم یا گناہ کرے گا تو وہ اپنے نفس اور اپنے اہل خانہ کے علاوہ کسی کو ہلاک نہیں کرے گا۔'

یعنی بنو عوف کے یہود مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک امت کے تصور کو فروغ دے رہے ہیں۔

دوسری جگہ فرمایا گیا ہے:

أُمَّةٌ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ. 'کہ مومنین میں سے امت ہیں۔'

آج کے دور میں تصورِ امت کو سمجھنا نہایت ضروری ہے جو موجودہ کشیدہ صورتِ حال سے نکلنے کے لیے معاون ثابت ہوگا۔ اس وقت بھی ہمیں گروہی سیاست کو ترک کرتے ہوئے ہر طرح کے برادری ازم، فرقہ واریت، طبقاتی تقسیم، لسانی اور صوبائی تعصّبات کو خیرباد کہہ کر قومی و ملی تصور کو فروغ دینے کی اشد ضرورت ہے اور یہ سب اتحاد و یگانگت کی بنیاد پر ممکن ہوگا۔

مملکتِ خدا داد لاکھوں افراد کے خون سے سینچا ہوا ایک لہلہاتا چمن ہے۔ یہ بھی ہمارے لیے ریاستِ مدینہ کی طرز پر کلمۂ طیبہ کی بنیاد پر بنی ایک نظریاتی ریاست ہے۔ اس اسلامی ریاست کے در و دیوار اور رہنے والے شہریوں کی مال و جان کی حفاظت ہمیں پوری جانفشانی اور تن دہی کے ساتھ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس موقع پر ہمیں چاہیے کہ ہم قومی و ملی مفادات کو اپنے ذاتی مفادات پر ترجیح دیں اور مادرِ وطن کے لیے تن، من اور دھن قربان کرنے سے دریغ نہ کریں۔

لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا عملی طور پر ہمارے حکمران ایسا کر رہے ہیں۔ جواب ہے: نہیں!

۴۔ باہمی نزاع میں ریاستی اتھارٹی کو حَکَم ماننا

حضور نبی اکرم ﷺ نے قیادت کے اتحاد کا تصور بھی دیا:

وَإِنَّكُمْ مَهْمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ، فَإِنَّ مَرَدَّهُ إِلَى اللهِ وَإِلَى مُحَمَّدٍ ﷺ.

'اور جب کبھی تم میں کسی چیز کے متعلق اختلاف پیدا ہو جائے تو اسے اللہ اور (اس کے رسول) محمد ﷺ کی طرف لوٹایا جائے گا۔' [آرٹیکل نمبر 27]

قابلِ غور بات ہے کہ کیا آج ہم اَحکامِ شریعت کی طرف رجوع کر رہے ہیں؟ غیروں کے اشاروں پر امت کو تفرقہ بازی میں دھکیل کر، انتہا پسندی، تکفیریت اور تنگ نظری کو فروغ دے رہے ہیں۔ ہم میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو غیروں کے اشاروں پر ناچ رہے ہیں۔ ہم اپنی مرضی کی شریعت گھڑ کر یہ سمجھتے ہیں کہ یہ جہاد ہے۔ اس جہاد کے نام پر ہم فساد برپا کر کے امت کے شیرازہ کو پارہ پارہ کر رہے ہیں۔ واضح رہے کہ جہاد صرف وہی ہے جو قرآن نے بیان فرمایا ہے اور جس کی تفسیر و تشریح خود حضور ﷺ نے فرمائی ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کوئی بھی جنگی مہم روانہ کرنے سے قبل

ہدایات دیتے تھے کہ خبردار! کسی راہب یا مذہبی رہنما کو قتل نہ کرنا؛ کسی خاتون، بزرگ، اپاہج اور بچے کو قتل نہ کرنا؛ کسی کمزور پر ہاتھ نہ اٹھانا؛ فصلیں خراب نہ کرنا، پھل دار درختوں کو نقصان نہ پہنچانا اور تاجروں کی املاک کو بھی کسی قسم کی گزند نہ پہنچانا۔ عہد رسالت مآب ﷺ اور خلفاے راشدینؓ کے دور میں مسلم فوج ان ہدایات پر سختی سے عمل پیرا رہتی تھی۔ اس کی تفصیلات متعدد کتبِ احادیث وسیر اور تالیفاتِ تاریخ میں میسر ہیں۔

۵۔کسی کے ظلم کا بدلہ دوسرے سے لینے کی ممانعت

یہ قانونِ فطرت ہے کہ ہر انسان اپنے کیے کا جواب دہ ہے اور کوئی رشتہ، ناتا یا تعلق کسی کے عمل پر قصوروار ثابت نہیں ہوسکتا۔ یہ انسان کی کم ظرفی ہوتی ہے کہ کسی کے گناہ کی سزا کسی اور کو دے دی جاتی ہے۔ میثاقِ مدینہ میں بھی اس امر کو ملحوظِ نظر رکھا گیا تھا۔ اس حوالے سے آرٹیکل نمبر بیالیس میں تحریر ہوا:

وَإِنَّهُ مَنْ فَتَكَ فَبِنَفْسِهِ فَتَكَ وَأَهْلِ بَيْتِهِ إِلَّا مَنْ ظُلِمَ، وَإِنَّ اللهَ عَلٰى أَبَرِّ هٰذَا.

’اور ان میں سے جو فرد (یا جماعت) ظلم و تعدی کا اِرتکاب کرے تو اس نے اپنی جان کو اور اپنے اہل وعیال کو ہی ہلاکت میں ڈالا، سوائے اس کے کہ اس پر ظلم ہوا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ اس (دستور) کی پاس داری کا ضامن ہے۔‘

یعنی اللہ اور اس کا رسول ﷺ ذمہ دار اور ضامن ہیں۔

ہمارا دین بھی ہمیں یہی تلقین کرتا ہے کہ کسی کے جرم کا بدلہ کسی اور سے نہیں لیا جا سکتا۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم کسی بھی انفرادی سطح کے عمل کا قصوروار کسی قوم، فرقے، گروہ یا مذہب کے ماننے والوں کو قرار نہیں دے سکتے۔ ہم سب سے پہلے پاکستانی ہیں اور دیگر وابستگیاں ہمارے لیے ضمنی حیثیت کی حامل ہیں۔

٦۔ ایفاے عہد پر ریاستی تحفظ کی فراہمی

میثاقِ مدینہ میں ایفاے عہد کرنے والوں کو ریاستی تحفظ فراہم کرنے کی بھی یقین دہانی کرائی گئی۔ اس ضمن میں فرمایا:

وَإِنَّ اللهَ جَارٌ لِمَنْ بَرَّ وَاتَّقٰى وَمُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ.

’اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کا محافظ ونگہبان ہے جو اس دستور کے معاہدات کی پاس داری کرے اور خلاف ورزی اور عہد شکنی سے پرہیز کرے اور اسی طرح اللہ کے رسول محمد ﷺ (بھی اس کے محافظ ونگہبان) ہیں۔‘ (آرٹیکل نمبر 62)

اس ضمن میں پاکستان کے ہر رہائشی کے مال، جان، آبرو اور حقوق کی ادائیگی ریاست کی اولین ذمہ داری ہے۔ بدقسمتی سے ہماری حکومت کا کام صرف اور صرف اپنے اور اپنے گھرانے کے بنک اکاؤنٹس کو بڑھانا اور لوٹے ہوئے حرام مال کو آف شور کمپنیوں میں چھپانا اور سب حقائق واضح ہونے کے باوجود اس پر ڈھٹائی دکھانا ہے۔ اے کاش! ہمارے حکمرانوں کو معلوم ہو جائے کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق حاکم قوم کا خادم ہوتا ہے۔

۷۔ظلم کے خلاف بلا امتیاز اجتماعی اقدام

میثاقِ مدینہ میں ظلم، لوٹ مار، ناانصافی اور فتنہ وفساد کے خلاف بلاامتیاز اجتماعی اقدام کی بھی یقین دہانی کرائی گئی۔ اس ضمن میں واضح طور پر تحریر کیا گیا:

وَإِنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ الْمُتَّقِيْنَ عَلٰى مَنْ بَغٰى مِنْهُمْ أَوِ ابْتَغٰى دَسِيْعَةَ ظُلْمٍ أَوْ إِثْمٍ أَوْ عُدْوَانٍ أَوْ فَسَادٍ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ. وَإِنَّ أَيْدِيَهُمْ عَلَيْهِ جَمِيْعًا وَلَوْ كَانَ وَلَدَ أَحَدِهِمْ. [آرٹیکل نمبر 15]

’اور یہ کہ تمام تقویٰ شعار مومنین ہر اس شخص کے خلاف متحد ہوں گے جو سرکشی اختیار کرے، قانون شکنی کرے؛ ظلم، گناہ، تعدی یا بدعنوانی کا ارتکاب کرے یا پُرامن اہلِ ایمان کو فتنہ و فساد میں مبتلا کرے۔ ایسے شخص کی مخالفت میں ایمان والوں کے ہاتھ ایک ساتھ اٹھیں گے اگرچہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔‘

انصاف کی عمل داری اسلام کے اوصاف میں سے ایک ہے۔ قبیلہ بنو مخزوم کی فاطمہ نامی خاتون والے معاملہ پر رسول اللہ ﷺ کی حدیثِ مبارک سب کچھ واضح کر دینے کے لیے کافی ہے۔ مگر ہمارے حکمران دن دیہاڑے نہ صرف خود دہشت

گردی کرتے ہیں بلکہ دہشت گردوں کے نمائندوں کو قانون کی وزارت کا قلم دان دے کر قانون کا منہ چڑاتے ہیں۔

۸۔ یکساں قانون کے نفاذ کا عزم

کسی بھی فریق کی جانب سے کیے گئے ظلم کے خلاف مشترکہ کارروائی کرنے اور تمام طبقات کے لیے یکساں قانون کی پاس داری کرنے اور عوام کو انصاف کی فراہمی کی بھی یقین دہانی کرائی گئی۔ اس ضمن میں آپ ﷺ نے فرمایا:

وَإِنَّ الْمُؤْمِنِينَ يُبِيءُ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ بِمَا نَالَ دِمَاءَ هُمْ فِي سَبِيلِ اللهِ. (آرٹیکل نمبر 22)

'اور اہلِ ایمان راہِ خدا میں ہونے والے اپنے جانی نقصان کا ایک دوسرے کی جانب سے (باہمی امداد کے طور پر دشمن سے) انتقام لیں گے۔ (دشمنوں کے ہاتھوں قتل ہونے والے شہریوں کے انتقام کی ذمہ داری ریاست پر ہوگی۔)'

یعنی دشمن کے خلاف سب مل کر سیسہ پلائی دیوار کی مانند کھڑے ہوں گے۔

وَإِنَّهُ لَا يَحُولُ هٰذَا الْكِتَابُ دُونَ ظَالِمٍ وَآثِمٍ.

'اور یہ دستور کسی ظالم، مجرم، باغی یا عہد شکن کو تحفظ فراہم نہیں کرے گا۔' [آرٹیکل نمبر 60]

وَإِنَّهُ مَنْ خَرَجَ آمِنٌ وَمَنْ قَعَدَ آمِنٌ بِالْمَدِينَةِ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ أَوْ أَثِمَ. (آرٹیکل نمبر 61)

'اور جو (کسی غرض سے) مدینہ سے باہر جائے گا وہ بھی امان اور حفاظت کا مستحق ہوگا اور جو مدینہ میں قیام پذیر رہے، وہ بھی امان اور حفاظت کا مستحق ہوگا، سوائے اس کے کہ جو ظالم ہو، قانون شکن ہو، یا فساد انگیزی یا سازش کرنے والا ہو'

بدقسمتی سے ہمارے ہاں قانون کی پابندی کا لفظ دوسروں کے لیے تصور کیا جاتا ہے۔ خاص کر جو اقتدار میں ہوتا ہے، وہ تو خود کو قانون سے ماورا تصور کرتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں وہ خود کو سات خون کیا بلکہ 17 جون 2014ء کے 14 خون تک معاف تصور کرتا ہے۔ وہ شاید یہ نہیں جانتا کہ سدا حکمرانی صرف اور صرف اللہ رب العزت ہی کی ہے اور اس کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے۔

۹۔ قصاص کا حصول ...... مشترکہ ذمہ داری

اللہ رب العزت کی نظر میں شرک کے بعد سب سے ناپسندیدہ گناہ خونِ ناحق ہے۔ اس حوالے سے میثاقِ مدینہ میں مقتول کے لیے قانونِ قصاص اور قاتل کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا تمام افراد کی مشترکہ ذمہ داری قرار پائی۔ اس حوالے سے آرٹیکل نمبر 25 میں واضح باقاعدہ ضابطہ اخلاق موجود ہے۔

وَإِنَّهُ مَنِ اعْتَبَطَ مُؤْمِنًا قَتْلًا عَنْ بَيِّنَةٍ فَإِنَّهُ قَوَدٌ بِهِ إِلَّا أَنْ يَرْضٰى وَلِيُّ الْمَقْتُولِ، وَإِنَّ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ كَافَّةٌ وَلَا يَحِلُّ لَهُمْ إِلَّا قِيَامٌ عَلَيْهِ.

'اور جو شخص کسی مومن کو (ناحق) قتل کرے گا اور اس کی شہادت واضح ہوگی تو اس قتل کے عوض قصاص واجب ہو جائے گا سوائے اس کے کہ اس مقتول کا ولی اس کے عوض خون بہا لینے پر رضا مند ہو جائے۔ اور تمام اہل ایمان مل کر اس قصاص کی تنفیذ کرائیں گے (گویا قصاص ریاستی ذمہ داری بن جائے گی)۔ مسلمانوں کے لیے اور کوئی چیز جائز نہ ہوگی سوائے اس کے کہ سب اس قاتل کے خلاف متحد ہو کر اٹھ کھڑے ہوں'

☆ اگر ہم آج کے منظر نامے پر غور کریں تو پتا چلتا ہے کہ ہم کس قدر ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے والے ہیں۔ ذرا سوچیے! من حیث القوم ہم نے کتنا متحد ہوکر سانحہ ماڈل ٹاؤن کے خلاف آواز بلند کی ہے۔ پوری قوم نے کیمرے کی آنکھ سے دس بارہ گھنٹے پر مشتمل اس معرکۂ حق و باطل کو واضح انداز سے دیکھا ہے۔ قاتل بھی صاف دکھائی دے رہے ہیں اور مقتول بھی سامنے ہیں۔ ظالم بھی بے نقاب ہے اور مظلوم بھی سب کے سامنے ہیں۔ کیسے ایک پولیس افسر رعونت کے نشے سے سرشار ہو کر ادارہ منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ کو تسخیر کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ اس قدر واضح حقائق کے باوجود قوم نے خاموش تماشائی کا کردار ادا کیا ہے۔ غور طلب بات ہے کہ ہم نے کس قدر مؤثر اجتماعیت کے ساتھ اس سانحے کے مظلومین اور شہداء کو انصاف دلانے کے لیے کوششیں کی ہیں۔

ہم تو اپنی مذہبی وابستگیوں اور سیاسی وفاداریوں کے بندھنوں

میں جکڑے ہوئے ہیں، ہم اپنا محاسبہ کریں کہ ہم نے کس قدر ریاستی دہشت و بربریت کا شکار مظلوموں کا ساتھ دیا ہے۔

اس ارضِ پاک پر مخلوقِ الٰہی کے ساتھ کیسے کیسے ظلم ہوئے ہیں۔ اللہ کو حاضر ناضر جانتے ہوئے بتایئے کہ ان میں سے کتنے مظلوموں کو انصاف ملا ہے اور ہم کتنے مظلوموں کے ساتھ انصاف دلوانے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں؟

۱۰۔ قاتل کی مدد کرنا ناقابلِ معافی جرم

اسلام ہمیشہ مظلوم کا ساتھ دینے اور ظالم کا ہاتھ روکنے کا حکم دیتا ہے۔ یہی حکم میثاقِ مدینہ میں واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ اس حوالے سے آرٹیکل نمبر 26 ملاحظہ ہو:

وَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ أَقَرَّ بِمَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ وَآمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ أَنْ يَنْصُرَ مُحْدِثًا وَلَا يُؤْوِيهِ، وَأَنَّهُ مَنْ نَصَرَهُ أَوْ آوَاهُ، فَإِنَّ عَلَيْهِ لَعْنَةَ اللهِ وَغَضَبَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ.

’کسی ایمان والے کے لیے جو اس صحیفہ کے مندرجات کی تعمیل کا اقرار کر چکا ہے اور اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے، یہ ہرگز جائز نہ ہوگا کہ وہ کسی قاتل یا مجرم کی مدد کرے یا اسے پناہ دے۔ اور جو کسی ایسے شخص کی مدد کرے گا یا اسے پناہ دے گا تو روزِ قیامت اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور اس کا غضب ہوگا۔ نہ اس کی توبہ قبول کی جائے گی اور نہ کوئی بدلہ۔‘

رسول اللہ ﷺ کی حدیثِ مبارک کے مطابق کسی غلط بات پر اپنی قوم یا قبیلے یا گروہ کی مدد کرنے کی مثال ایسے ہی ہے، جیسے کوئی اونٹ کنویں میں گر رہا ہو اور تم اس کی ٹانگ پکڑ کر خود بھی اسی کے ساتھ جا گرو۔ اس حوالے سے واضح مثالیں موجود ہیں کہ ہمارے حکمران روزِ روشن کی طرح عیاں قاتل، لٹیرے، کرپٹ اور دہشت گرد عناصر کی سرکوبی کرنے کے بجائے اپنے مفادات کی خاطر الٹا ان کی وکالت کر رہے ہوتے ہیں۔

اس ملک میں سب کچھ ایسے ہو رہا ہے جیسے جنگل کا قانون ہے۔ جس کا جب جی چاہے مملکتِ خداداد کی حرمت کو پامال کر کے چلتا بنے۔ مگر یہاں قانون کی حکمرانی نام کی کوئی شے نہیں ہے۔ پچاس ہزار سے زائد پاکستانیوں کے قاتلوں سے گھٹنے ٹیک کر مہینوں تک مذاکرات کی بھیک مانگی جاتی ہے۔ حقائق بتاتے ہیں کہ یہاں پر ایک متفقہ قیادت کا تصور نہیں رہا۔

اگر ہم موجودہ حقائق کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں وہی صورتِ حال درپیش ہے، جو رسولِ مکرم ﷺ کی مدینہ آمد سے پہلے یثرب کی تھی۔ موجود حوالے سے دیکھا جائے تو ہمیں میثاقِ مدینہ کی روشنی میں ایک ایسا ضابطہ اخلاق مرتب کرنے کی ضرورت ہے جو ہمارے معاشرے میں رواداری اور برداشت کے فروغ اور ہر ایک کو بنیادی ضروریات اور انصاف کی فراہمی کو یقینی بنائے۔

دیکھا جائے تو پاکستانی معاشرے میں کوئی بھی ایسی سیاسی جماعت موجود نہیں ہے، جو اس نظام کے مخالف بھی ہو اور اس کے مقابل نظام تیار کرنے کی اہلیت بھی رکھتی ہو۔ اس ضمن میں صرف پاکستان عوامی تحریک ہی واحد سیاسی جماعت ہے، جو اس ظالمانہ نظام کو برملا للکارتی بھی ہے اور اس کے مقابل میثاقِ مدینہ کی روشنی میں مصطفوی انقلاب کا نعرہ بھی لگاتی ہے۔ پاکستان عوامی تحریک کوئی روایتی سیاسی جماعت نہیں ہے جو محض زبانی جمع خرچ کرتی ہے بلکہ اس نے اپنے منشور کو عملی جامہ پہنانے کے لیے باقاعدہ دس نکاتی ایجنڈا بھی واضح کیا ہے۔

اب ضرورت اس امر کی ہے کہ سادہ لوح پاکستانی عوام جو میڈیا وار سے متاثر ہو کر حقیقت کو کہیں گنوا بیٹھے ہیں، کو سیاسی اور دینی شعور دے کر پاکستان عوامی تحریک کے جھنڈے تلے لا کر عالم گیر مصطفوی انقلاب کی جدوجہد کا باقاعدہ حصہ بنایا جائے۔ یاد رہے کہ اگر وطنِ عزیز کی غیور عوام اٹھ کھڑے ہوئے تو وہ دن دور نہیں جب صیہونیت کا پروردہ وہ نظام جس نے بھائی کو بھائی کا دشمن بنایا ہوا ہے، اسے لپیٹ دیا جائے اور اس کی جگہ میثاقِ مدینہ سے ماخوذ مصطفوی انقلاب بپا کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ! وہ دن دور نہیں جب پاکستانی قوم پاکستان عوامی تحریک کے پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو کر مصطفوی انقلاب کا ہراول دستہ بن کر تاریخِ عالم میں ایک نئی اور جاوداں مثال بن کر اٹھیں گے اور مصطفوی انقلاب کا سویرا طلوع کر کے ہی دم لیں گے۔ ❁❁❁❁❁

قدوۃ الاولیاء حضور پیر سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادیؒ کا سالانہ عرس

آسمانِ ولایت کا درخشندہ ستارہ

تصوف و روحانیت سرتا پا حسنِ اخلاق کا نام ہے

خصوصی رپورٹ: شہزاد رسول

تحریک منہاج القرآن کے روحانی سرپرست قدوۃ الاولیاء حضور پیر سیّدنا طاہر علاؤالدین القادری الگیلانی البغدادی کے یوم وصال 23 ذیقعد کے حوالے سے 16 اگست 2017ء کو دربار غوثیہ بغداد ٹاؤن لاہور میں انتہائی پروقار تقریب منعقد ہوئی۔ پروگرام میں دنیا بھر سے حضور قدوۃ الاولیاءؒ کے مریدین، عقیدت مندان، سالکانِ طریقت بالخصوص شریک ہوئے۔ صبح 11 بجے دربار شریف پر غسل مبارک کی تقریب منعقد ہوئی تقریب میں حضرت صاحبزادہ السیّد طاہر حسام الدین القادری الگیلانی مدّ ظلہ العالی، حضرت صاحبزادہ السیّد عبدالرحمٰن سیف الدین القادری الگیلانی مدّ ظلہ العالی، اور حضرت صاحبزادہ السیّد احمد نورالدین القادری الگیلانی مدّظلہ العالی نے خصوصی شرکت فرمائی۔ نمازعصر کے بعد قرآن خوانی کی تقریب منعقد ہوئی۔ بعد از نماز مغرب محفل کی تقریب کا آغاز ہوا محفل کی صدارت شہزادہ غوث الوریٰ حضرت صاحبزادہ پیر السیّد محمود محی الدین القادری الگیلانی مدّظلہ العالی نے کی اور آپ کے چھوٹے صاحبزادہ حضرت صاحبزادہ السیّد احمد نور الدین الگیلانی نے بھی شرکت فرمائی۔ پروگرام میں ملک بھر سے نامور مشائخ، علماء، اساتذہ اور طلبہ جلوہ افروز تھے۔ تقریب میں تلاوت کلام مجید کی سعادت محترم فخرالقراٗ محترم قاری رفیق نقشبندی نے حاصل کی۔ محترم طاہر محمود قادری، محترم حافظ سہیل نذر، محترم سرور حسین نقشبندی، محترم صغیر احمد نقشبندی، محترم آصف چشتی، محترم شہزاد حنیف مدنی، محترم افضل نوشاہی، محترم ظہیر احمد بلالی منہاج نعت کونسل، محترم غلام محمد داتا دربار پارٹی نے حضور سیدالمرسلین ﷺ کی شانِ اقدس میں نعتیہ کلام پیش کیا۔ عرس مبارک کی تقریب QTV سے براہ راست نشر کی گئی۔ محفل کے آخر پر ختم غوثیہ اور درود و سلام پڑھا گیا اور شہزادہ غوث الوریٰ نے خصوصی دعا فرمائی۔

قدوۃ الاولیاء حضور پیر سیدنا طاہر علاؤ الدینؒ القادری الگیلانی البغدادی کا نام آسمانِ ولایت پر ایک ایسے درخشندہ ستارہ کی مانند ہے کہ مخلوق جن کے فیوضات سے اُن کی ظاہری حیات میں بھی مستفیض ہوتی رہی اور ان کے وصال کے بعد بھی ان کے فیض کا چشمہ اسی طرح جاری و ساری ہے۔ تحریک منہاج القرآن دراصل حضور پیر صاحب کے فیوضات عالیہ ہی کا ایک عظیم مظہر ہے جو دنیا بھر میں احیائے اسلام، تجدید دین اور معاشی، معاشرتی، دینی، علمی، فکری اصلاح کے لئے مصروف عمل ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے ایک مرتبہ مرید صادق ہونے کے ناطے حضور پیر صاحب بارے اپنے مشاہدات ومحسوسات بیان کرتے ہوئے نہایت پرمغز اور بصیرت افروز گفتگو فرمائی۔ یہ گفتگو آپ کے اوصافِ حمیدہ کے باب میں گیارہ جستہ جستہ پہلوؤں پر محیط تھی۔ ذیل میں شیخ الاسلام کے ان مشاہداتی و تاثراتی گہرپاروں کی تلخیص نذر قارئین ہے:

اخلاق و اوصافِ حمیدہ

محبوب سبحانی قطب ربانی غوث الثقلین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے آج سے آٹھ صدیاں پیشتر اسلامی دنیا کے مرکز اور گہوارۂ تہذیب وتمدن کے حامل تاریخی شہر بغداد میں علم ومعرفت اور فیضان و ہدایت کی قندیل روشن کی اس کی ضوفشانیاں قیامت تک مسلمانانِ عالم کو سراب کرتی رہیں گی۔

?قدوۃ الاولیاء حضور پیر سیدنا طاہر علاؤ الدین القادری الگیلانی البغدادیؒ اسی خانوادۂ غوثیت مآب کے چشم و چراغ ہیں جنہوں نے خرقۂ ولایت اپنے والدِ گرامی حضرت سیدنا محمود حسام الدین القادری البغدادیؒ سے زیب تن کرکے نہ صرف برصغیر پاک و ہند بلکہ دنیائے شرق و غرب کے دیگر ممالک میں بھی سلسلۂ قادریہ کی تجدید و توسیع میں ایسی گرانقدر خدمات سرانجام دیں جن کے نقوش جریدۂ عالم سے کبھی محو نہیں ہوسکتے۔

حضور شیخ المشائخ سیدنا طاہر علاؤ الدین القادری الگیلانی البغدادیؒ کے ساتھ میری صحبت کا زمانہ تا یوم وصال کوئی پچیس برسوں پر محیط ہے۔ یہ یادوں کا وہ بے بدل اور گراں بہا خزینہ ہے جس سے حسنِ اخلاق کے خوبصورت پھولوں اور نایاب موتیوں کا انتخاب کرکے ہم اپنی ویران زندگیوں کو پھر سے باغ و بہار میں بدل سکتے ہیں۔ یہاں یہ اصولی بات ذہن نشین کرنے کے قابل ہے کہ تصوف و روحانیت از سر تا پا حسنِ اخلاق کا نام ہے۔ خلقِ حسن اور ادبِ حسن یہ دونوں چیزیں جس میں جمع ہو جائیں وہ اچھا صوفی بن جاتا ہے۔ بدقسمتی سے ہم نے اپنی کم علمی اور بے علمی کی وجہ سے تصوف اور روحانیت کا جو تصور قائم کر رکھا ہے اس میں اب ان چیزوں کی گنجائش بہت کم رہ گئی ہے۔ جس تصوف اور فقر میں خوش خلقی اور اخلاق حمیدہ نہیں اس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں۔

اولیاء سے بلند درجہ انبیاء علیہم السلام کا ہے جن سے برتر کوئی طبقہ مخلوق میں نہیں، بہت سے نبیوں کا ذکر قرآن مجید میں ہوا ہے اور اہم بات یہ ہے کہ جس پیغمبر کا بھی ذکر ہوا ہے اس کے اخلاق حسنہ کے بیان کو اہمیت دی گئی ہے۔

جیسے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہوا:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ز اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ.

''اور آپ (اس) کتاب میں اسماعیل (علیہ السلام) کا ذکر کریں بے شک وہ وعدہ کے سچے تھے''۔ (مریم، ۱۹:۵۴)

اسی طرح قرآن مجید میں مختلف مقامات پر حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور بعض دیگر انبیائے کرام کا جس حوالے سے بھی ذکر کیا گیا ہے وہ اخلاق حسنہ کے گرد گھومتا ہے۔

تصوف کے موضوع پر جن برگزیدہ ہستیوں نے کتابیں لکھیں وہ آسمانِ ولایت کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ وہ امہات الکتب جو تصوف اور روحانیت میں سند کا درجہ رکھتی ہیں ان میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کی کشف المحجوب، حضرت شیخ ابو القاسم قشیری کا رسالہ قشیریہ، امام ابو طالب مکی کی قوت القلوب، ابو النصر سراج الطوسی کی کتاب اللمع، امام عبدالرحمٰن سلمی کی طبقاتُ الصوفیہ اور حضور سیدنا غوث الاعظمؓ کی معروف تصانیف غنیۃ الطالبین، فتوح الغیب یا الفتح الربانی میں سے کسی کو اٹھا کر دیکھ لیں وہ ساری کی ساری اخلاق حسنہ پر مبنی ہیں۔ آپ کے مواعظِ حسنہ، الہاماتِ کشفی اور خطبات اسی موضوع سے متعلق ہیں۔

اسی طرح خواجہ اجمیریؒ، خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت شیخ عمر سہروردیؒ کی کتابوں، حضور قدوۃ الاولیا کی تذکرہ قادریہ اور تصوف کی پوری تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو اس سے آپ صرف ایک ہی نتیجے پر پہنچیں گے کہ روحانیت و ولایت سرتاپا اخلاق و آداب سے عبارت ہیں۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ ولایت نہ جبہ و قبا میں ہے، نہ چہرے کے جلال و دبدبہ، لہجے کی گرج، آنکھوں کی چمک دمک، تسبیح شماری، پیوندار کپڑے، اعلیٰ ریشمی لباس پہننے، کٹیا یا محل میں رہنے سے ہے۔ یہ ساری چیزیں ولایت اور روحانیت سے لاتعلق ہیں۔ ولی کوئی بھی ہوسکتا ہے خواہ وہ بوعلی قلندرؒ کی طرح پھٹے لباس میں ہو یا حضور غوث الاعظمؓ کی طرح ستر ہزار دینار کی دستار پہنے ہوئے ہو، سوکھی روٹی پانی میں ڈبو کر کھانے والا اور شاہی دسترخواں سے بھی بڑے لنگر خانے کا مالک نظام الدین اولیاءؒ بھی ولی ہوسکتا ہے۔

حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامیؒ کے نام اور مقام سے کون واقف نہیں؟ ان کے احوالِ سیرت میں ہے کہ دور دراز کی مسافت طے کرکے کوئی شخص آپ کی خدمت میں مرید بننے کے لئے حاضر ہوا اور چالیس دن صحبت میں گزار کر بیعت کئے بغیر واپس جانے لگا تو آپ نے اس کو واپس بلالیا اور پوچھا کس لئے آئے تھے اور جا کیوں رہے ہو؟ وہ کہنے لگا کہ حضرت بیعت کرنے کے لئے آیا تھا لیکن اتنے دن آپ کی صحبت میں گزارے اور کوئی کرامت ہوتی نہیں دیکھی اس لئے کسی اور آستانے کی طرف جا رہا ہوں۔ آپ فرمانے لگے اے شخص بیعت کر یا نہ کر، تیری مرضی مگر ایک بات کا جواب دیتا جا۔ تو

نے ہمارے پاس گزارے ان چالیس دنوں میں جو کیا کوئی ہمارا کلام یا کوئی فعل حضورﷺ کی سنت مبارکہ کے خلاف دیکھا۔ کہنے لگا کہ حضرت ایسی تو کوئی بات نہیں دیکھی۔ آپ نے فرمایا کہ جا ہمارے پاس اس سے بڑی کرامت اور کوئی نہیں۔ اولیاء اللہ کا فرمان ہے ’’الاستقامة فوق الكرامة‘‘

حضورﷺ کے دین پر چلتے چلتے استقامت آجائے تو یہ کرامت سے بھی بڑی بات ہے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ وہ ہستی ہیں کہ جن کے بیس سال اس عالم میں گزرے کہ وہ اللہ سے ہمکلام ہوتے تھے لیکن لوگ یہ سمجھتے تھے کہ وہ ہم سے خطاب کر رہے ہیں وہ سنت رسول اللہﷺ پر قائم رہنے کو اور ثابت قدم رہنے کو کرامت سے بھی بلند تر مقام دے رہے ہیں۔

ذیل میں حضور پیر سیدنا طاہر علاؤ الدین القادری الگیلانی البغدادیؒ کے اخلاقِ حمیدہ کے گیارہ اوصاف کو اختصار کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے:

۱۔ پہلا وصف: سکوت کثیر، کلام قلیل

حضور پیر صاحب کثیر السکوت اور قلیل الکلام تھے۔ آپ مجالس میں ہوتے تو سکوت کثیر اور کلامِ قلیل فرماتے یعنی بولتے کم اور زیادہ دیر خاموش بیٹھے رہتے۔ سنتِ نبویﷺ اور سنتِ غوثیہ پر عمل پیرا ہوتے۔ آپ کا معمول تھا کہ سر مبارک جھکا کر دیر تک دوسروں کا کلام سنتے رہتے۔ ہم نے اکیس سالہ دور میں آپ کی زندگی میں خلق کا یہ پہلو بدرجہ اتم موجود تھا۔

۲۔ حسب حال وضرورت کلام

حضور پیر صاحب میں دوسری خوبی یہ تھی کہ حاضرین و سامعین کے حسب حال اور حسب ضرورت کلام فرماتے۔ اگر علماء سامنے ہوتے تو علمی گفتگو فرماتے، جس سے ان کی تشنگی دور ہوتی۔ مریدین، فقراء اور روحانی الذہن افراد ہوتے تو ان کی ضرورت کے مطابق کلام کرتے اور ریاضت کی تلقین کرتے۔ طلبہ حاضر ہوتے تو آپ کے کلام میں ان کی رہنمائی کا سامان ہوتا۔ اطباء اور حکماء ہوتے تو آپ کی گفتگو طب اور حکمت کے لطائف اور رموز سے مزین ہوتی۔ مختلف اقسام کے پتھروں کا موضوع چھڑتا تو آپ اس پر معلومات کا دریا بہا دیتے۔ علم جغرافیہ اور سمندری علوم کا کوئی ماہر سامنے ہوتا تو آپ کی گفتگو میں ایسے ایسے گوشے بے نقاب ہوتے کہ عقل دنگ رہ جاتی۔ اسی طرح علم جفر، رمل اور علم نجوم پر آپ حسب ضرورت سیر حاصل گفتگو فرما لیتے اور اس کا کوئی پہلو تشنہ نہ چھوڑتے۔ سیاست اور بین الاقوامی امور پر گفتگو فرماتے تو اس کے ہر گوشے اور ہر پہلو پر آپ کی گہری نظر ہوتی۔

۳۔ صدق اور راست گوئی

سچ بولنا، سچ سننا اور سچ کو پسند کرنا آپ کی فطرت ثانیہ تھی۔ اگر کوئی شخص آپ کی مجلس میں غلط بیانی سے کام لیتا تو آپ کا غصہ اور جلال دیدنی ہوتا۔ آپ جھوٹ کو برداشت نہیں کرتے تھے۔ آپ سراپا صداقت اور سچائی ہی سچائی تھے۔ راست بازی اور راست گوئی آپ کے خمیر میں شامل تھی۔ آپ کی طبعیت مبارکہ تھی کہ کبھی گول مول بات نہیں کرتے تھے۔

۴۔ ایفائے عہد اور پابندی وقت

حضور پیر صاحب جو وعدہ کرتے وہ پورا کرتے، کبھی زندگی میں وعدہ خلافی نہیں کی۔ ایفائے عہد اور پابندی وقت کا بہت اہتمام فرماتے۔ حضورختمی مرتبتﷺ کی مکمل اتباع کو اپنا شعار بنائے ہوئے تھے جن کے بارے میں ارشاد باری ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَه.

اس فرمان خداوندی کے مطابق حضورﷺ کے اسوہ حسنہ سے آپ کی شخصیت رنگی ہوئی تھی۔ آپ کی سیرت مبارکہ اخلاق کا اعلیٰ نمونہ تھی۔

احسنکم ایمانا و احسنکم اخلاقا (تم میں سب سے بڑھ کر ایمان اس کا ہے جس کا اخلاق سب سے بہتر ہے) کا فیضان پوری طرح آپ کی زندگی میں رچ بس گیا تھا۔

۵۔ مہمان نوازی اور کمال سخاوت

یہ مشاہدے کی بات ہے کہ مہمان نوازی حضور پیر صاحب کی شخصیت کا لازمی جزو تھی۔ آپ کے دسترخوان جیسا وسیع دستر خوان بادشاہ کا نہ ہوگا۔ میں پچیس سال پہلے درسِ قرآن کے

سلسلے میں کوئٹہ یا کراچی جاتا تو تین چار دن کے قیام کے دوران میرے لئے حکم ہوتا تھا کہ کھانا مستقلاً ان کے ہاں کھاؤں، کسی اور جگہ کھانے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ میں نے ہمیشہ آپ کے دسترخوان پر معاشرے کے سرکردہ لوگوں کے ساتھ ساتھ مفلوک الحال لوگوں کو بھی پایا۔ وہ لوگ مجھ سے پوچھتے تھے کہ اگر اجازت ہو تو حضور پیر صاحب کے پاس کھانے کے لئے جائیں۔ پانچ دس مہمان میرے ساتھ ہوتے اور پانچ سات خود حضور پیر صاحبؒ نے بلائے ہوتے۔ ہر کھانے پر اتنا بڑا دسترخوان بچھا ہوتا کہ ڈیڑھ دو درجن لوگ شریک طعام ہوتے۔

ہر دسترخوان کی کشادگی کا یہی حال ہوتا، یوں لگتا کسی بادشاہ وقت کا دسترخوان ہے۔ ایسا کیوں نہ ہوتا کہ یہ غوث الاعظمؓ کا دسترخوان تھا جو کسی سلطانِ عالم کے دسترخوان سے کم نہ تھا۔ پھر دسترخواں پر چنے ہوئے کھانوں کو شرکائے طعام دیکھتے تو عش عش کر اٹھتے۔ اس پر ایسے پھل موجود ہوتے جن کے نام بھی بہت سوں نے نہ سنے ہوتے۔ خود مجھے ایسا اتفاق ہوا کہ ایسے پھل کھانے کو ملے جن کے نام سے بھی میں آشنا نہ تھا۔ حضور پیر صاحب کا دسترخواں صحیح معنوں میں ایک بین الاقوامی دسترخوان تھا جس پر بہت سی نادر ڈشیں موجود ہوتیں۔ حضور پیر صاحب کا عالم یہ تھا کہ کھانے میں کمی نہ آتی، اصرار کرکے کھلاتے رہتے۔

آپ کے دسترخواں پر انواع واقسام کے پھل ہوتے تھے جو آپ بار بار اصرار کرکے آئے ہوئے مہمانوں کو کھلاتے۔ اتنا وسیع دسترخوان تھا کہ جس سے آپ خود برائے نام کھاتے اور دوسروں کو زیادہ سے زیادہ کھانے کا تقاضا کرتے۔ وہ شاہ جیلاں کے شہزادے تھے جن کی وسیع الظرفی اور کشادہ دلی اپنی مثال آپ تھی۔

۶۔ علم اور اہل علم کی تعظیم وتکریم

حضور پیر صاحب چونکہ خود صاحب علم اور علم کا سمندر تھے اس لئے علم کے بڑے قدرداں تھے، علماء کی تکریم فرماتے اور ان کی خاطر مدارات کرنے میں وسیع القلبی کا مظاہرہ کرتے۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے علم اور علماء کی بڑی فضیلت بیان کی ہے۔ آپ بھی اہل علم حضرات کی بہت تکریم کرتے اور حضور ﷺ کی سنت مبارکہ پر عمل پیرا تھے حالانکہ وہ خود علم کا بحر بیکراں تھے جبکہ ہماری مثال سمندر کے مقابلے میں ایک قطرے کی ہے۔

۷۔ پیکرِ خودداری

حضور پیر صاحب سربراہِ وقت، امراء و حکام کے دروازے پر کبھی نہ جاتے تھے۔ آپ نے کسی اہل دنیا کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کیا تھا۔ آپ سائل نہیں بلکہ معطی تھے اور ہمیشہ معطی رہے۔ آپ کا ہاتھ دینے والا تھا، لینے والا نہیں تھا۔ آپ حضور غوث پاکؓ کی سنت پر دل و جاں سے عمل کرتے تھے۔ امراء اور بڑے بڑے متمول افراد کے ہاں آنا جانا کبھی آپ کا معمول نہ تھا بلکہ اس کے برعکس بڑے صاحب ثروت اور دنیا دار لوگ آپ کے دروازے پر سائل بن کر آتے تھے۔ لوگوں نے سابق صدر محمد ایوب خاں اور جنرل ضیاء الحق کو آپ کے درِ دولت پر آتے دیکھا۔ وہ اگر چاہتے تو ایک اشارہ ابرو پر حاکمانِ وقت سے جو چاہتے حاصل کر سکتے تھے مگر استغناء اور شان بے نیازی آپ کے کردار سے جھلکتی تھی جو کسی اہل دولت رسم وراہ رکھنے میں حائل تھی۔ چشم فلک نے بار ہا منظر دیکھا کہ دنیادار لوگ بار ہا آپ کے دروازے پر آتے لیکن آپ نے کسی سربراہ، حاکم، امیر کے دروازے پر جانے کا سوچا بھی نہیں۔

۸۔ اتباع شریعتِ محمدی

حضور پیر صاحب نبی اکرم ﷺ کے اخلاق کا مکمل نمونہ تھے۔ دُنیائے اسلام، شریعت محمدی ﷺ اور ناموسِ رسالت کی غیرت وحمیت آپ کے ریشے ریشے میں رچی بسی ہوئی تھی۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی شان میں ادنی گستاخی بھی برداشت نہ کرتے تھے۔ اگر کسی کی طرف سے دریدہ ذہنی کا ارتکاب دیکھتے تو اس وقت آپ کی رگِ حمیت پھڑک اٹھتی اور آپ کا غصہ وجلال دیدنی ہوتا۔

۹۔ کمال تقویٰ و پرہیزگاری

آپ زہد و ورع، تقویٰ و پرہیزگاری، پابندیٔ شریعت اور اتباع سنت میں استقامت کے کوہِ گراں تھے۔ آپ کی پوری زندگی اطاعتِ حق اور سنتِ نبوی ﷺ کی مطابقت کا نمونہ تھی۔ طہارت، تقویٰ و پرہیزگاری کے اتنے عظیم پیکر تھے کہ آپ کا

ظاہر بھی آپ کے باطن کی طرح بے داغ، صاف ستھرا اور اجلا ہوتا تھا۔ حد درجہ وضعدار تھے۔ کبھی آپ کے ساتھ تنہائی کے لمحات میسر آتے تو مجھ پر اتنی شفقت فرماتے جو بیان سے باہر ہے۔ مجھے آپ کا ''طاہر'' کہہ کر پکارنا آج بھی یاد آتا ہے تو کان آج بھی اس پکار کو ترستے ہیں۔ وہ تنہا ایسی ہستی تھی جو میرے لیے شفقت پدرانہ کے بے پناہ جذبات رکھتی۔ میری سماعت میں آج ان کے شریں الفاظ رس گھولتے ہیں۔ ہمیشہ سفید لباس زیب تن کئے رہتے جس پر کبھی کوئی ہلکا سا دھبہ یا داغ نہ ہوتا۔ تقویٰ اور پرہیزگاری کا اتنا خیال رکھتے کہ اتباع سنت اور خُلقِ مصطفوی ﷺ آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ پوری زندگی ظاہری و باطنی طہارت کے رنگ میں رنگی ہوئی تھی۔

۱۰۔ حقوق العباد کی پاسداری

حضور پیر صاحب انتہائی خلیق خوش مزاج اور خوش اخلاق تھے آپ کے چہرہ مبارک پر ہر وقت تبسم کھلتا رہتا۔ نیم وا لبوں پر اکثر مسکراہٹ رہتی جو ایک جمال آفریں کیفیت کی آئینہ دار تھی۔ جب بھی آپ کسی مرید یا عقیدت مند سے بات کرتے تو شفقت پدری بولتی محسوس ہوتی۔ کسی کی عزت نفس کو مجروح نہ ہونے دیتے۔ جو بات کہتے شائستگی اور اخلاق کے دائرے کے اندر ہوتی اور اگر کسی پر غضبناک بھی ہوتے تو خلافِ حق اور ظلم و زیادتی کی بات پر ہوتے۔ ورنہ وہ ہر ایک کے لئے سراپا رحمت اور سراپا شفقت تھے۔ نرمی و رقت اور اخلاق کے ساتھ ملتے۔ کسی ملاقاتی سے مصافحہ کرتے تو پورا ہاتھ ملاتے اور ہمہ تن متوجہ ہوتے۔ آپ کی صحبت میں بیٹھنے والا ہر شخص یہ سمجھتا کہ مجھ پر سب سے زیادہ شفیق ہیں۔ مجلس میں ایک ایک آدمی پر نظر ہوتی۔ آپ کی نگاہیں ہر ایک کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہوتیں سب سے یکساں محبت و عاطفت سے پیش آتے۔

۱۱۔ فراست و بصیرت

حضور غوث پاک کی نسبت سے فراست و بصیرت آپ کی وہ خوبی ہے جو خاص اہمیت کی حامل ہے۔ آپ حضرت غوث الاعظمؓ کے لاڈلے بیٹے بھی تھے اور آپ کے عاشق بھی۔ حضور غوث پاک کا ذکر چھڑ جاتا تو ان پر ایک وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ آپ کی سوچ اور فکر میں بہت وسعت اور کشادگی تھی، تنگ نظری نام کو نہ تھی۔ آپ کے انداز میں بے پایاں حکمت و تدبر، بصیرت اور فراست تھی جو سالہا سال کے تجربات کا حاصل تھی۔ کسی کی چھوٹی سی کہی ہوئی بات سن کر فوراً تہہ تک پہنچ جاتے۔

ایک واقعہ خصوصیت سے قابلِ ذکر ہے۔ کسی نے مجھ سے وقت لیا کہ فلاں شخص جو قادیانی ہے، آپ سے تبادلۂ خیال کے لئے وقت لینا چاہتا ہے اور وہ اسلام قبول کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ میں نے ان کے ساتھ ایک گھنٹہ کی نشست رکھ لی۔ وہ مقررہ وقت پر آئے اور اپنے ساتھ اپنے مبلغ بھی لے آئے۔ ان علماء نے اس شخص کو جس نے وقت لیا تھا، سوال نہ کرنے دیا اور وہ خود ہی سوال کرتے رہے۔ آخر وقت ختم ہوگیا۔ بعد ازاں جب میں حضور پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے تفصیل جاننا چاہی، میں نے عرض کر دی اور وہ سوال بھی بتا دیئے جو مجھ سے کئے گئے تھے۔

آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ وہ آئندہ آئیں تو انہیں وقت نہ دینا، اس لئے کہ ''وہ شخص اسلام قبول کرنے کی نیت سے نہیں بلکہ آپ کو تھکانے کے لئے آیا تھا''۔

آپ کی بصیرت اور فہم و فراست کے مظاہرے اور بھی کئی بار دیکھنے کو ملے جب آپ نے مجھے تنہائی میں بٹھا کر نصیحت فرمائی کہ فلاں شخص ایسا ہے اس سے بچ کے رہنا، وہ ایسا ہے اس سے ایسا تعلق رکھنا۔ آپ میری تربیت فرماتے رہتے تھے۔ اللہ کی عزت کی قسم آپ نے اپنے زندگی بھر کے تجربات کی روشنی میں جس کسی کے بارے میں جو کچھ فرمایا ان کو بلا کم و کاست ویسا ہی پایا۔ میرے شیخ کامل صوفیانہ بصیرت کے مالک تھے، طبعیت میں اعتدال تھا، انتہا پسندی نام کو نہ تھی وسعتِ نظری تھی، کشادہ ظرفی تھی۔

ایسی باتوں سے جو خلفشار کا موجب بنیں آپ نے ان سے ہمیشہ بچنے کی تلقین فرمائی۔ حضور قدوۃ الاولیاء کے اخلاق عالیہ کے یہ گیارہ گوشے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ان کا صحیح خوشہ چیں بنائے اور ہم ان کے فیض سے اپنے دامن کو مالا مال کرتے رہیں۔

❀❀❀❀❀

9,8,7 اکتوبر 2017ء جامع المنہاج لاہور میں تشنگانِ علمِ حدیث شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہرالقادری کی صحبت میں اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے ملک بھر سے جامع المنہاج بغداد ٹاؤن ٹاؤن شپ میں جمع ہورہے ہیں۔شیوخ الحدیث ،علمائے کرام ،علوم اسلامیہ کے پروفیسرز اور جامعات کے طلبہ و طالبات کیلئے بلا شبہ یہ ایک نادر و نایاب موقع ہے کہ وہ علم حدیث جیسے اہم ترین موضوع پر سیر حاصل گفتگو اور لیکچرز سماعت کریں گے۔ تشنگان علمِ قرآن و حدیث 4 اکتوبر 2017ء تک رجسٹریشن کروا سکیں گے جس کی جملہ تفصیل منہاج القرآن کی ویب سائٹ پرملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ آن لائن رجسٹریشن کی سہولت بھی دستیاب ہے۔اس سہ روزہ دورہ علوم الحدیث کے اختتام پر شرکاء کوعلوم الحدیث کی اسناد بھی دی جائیں گی۔ نادر موقع سے فیض یاب ہونے کے لیے طالبانِ حدیث کے لیے صلائے عام ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشادِگرامی ہے:

’’میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں جب تک انہیں مضبوطی سے تھامے رہوگے گمراہ نہ ہوگے، (وہ) اللہ کی کتاب اوراس کے نبی کی سنت ہے۔‘‘

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:

’’اے لوگو! میں تم میں دو بڑی قیمتی چیزیں چھوڑ رہاہوں۔ (وہ) اللہ کی کتاب او رمیری سنت ہے، تم قرآن مجید کے مطالب میری سنت کے ذریعے سمجھو، اورقرآن فہمی میں تکلف نہ برتو (یعنی گھما پھرا کر اپنی مرضی کا مطلب نہ نکالو) (اگر تم نے قرآن وسنت کو تھام لیا تو) تمہاری نگاہیں (حق کو پہچاننے سے) قاصر نہیں رہیں گی، اور تمہارے قدم (راہِ حق سے) نہیں پھسلیں گے اور تمہارے ہاتھ (کارخیر کی انجام دہی میں) ہرگز کوتاہی نہیں کریں گے‘‘۔

ان ارشادات سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ قرآن مجید اگرچہ کتاب ہدایت ہے لیکن سنت اور حدیث رسول ﷺ کے بغیر قرآنی ہدایات اور احکامات کو سمجھنا اور ان پر عمل پیرا ہونا بڑا دشوار بلکہ ناممکن ہے۔قرآن مجید میں دین کی اساسی تعلیمات اورکلیات بیان ہوئی ہیں، ان کی تفصیلات ہمیں احادیث مبارکہ میں اور اس کی عملی تشکیل سنت رسول ﷺ میں ملتی ہے۔کیونکہ رسول اکرم ﷺ محض پیغام رساں نہ تھے بلکہ آپ امت کے معلم ومربی بھی تھے اور احکامات الٰہی کی قولاً وعملاً توضیح وتشریح پر بھی آپ مامور من اللہ تھے۔آپ کا ہر ہر عمل قرآن مجید کے احکامات کی عملی تفسیر اورتشریح تھا۔مثلاً:

قرآن مجید میں اقیمو الصلوۃ کہہ کر نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن نماز کو ادا کیسے کرنا ہے؟ ہر نماز کی رکعات کتنی ہیں‘ نماز میں قیام، رکوع اور سجود کیسے کرنا ہے؟ اس کی تفصیلات ہمیں قرآن مجید میں نہیں ملتیں۔قرآن مجید نے ان تفصیلات کو معلوم کرنے اور سمجھنے کے لئے حتمی راستہ بھی دکھادیا، فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

’’فی الحقیقت تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ کی ذات) میں

قرآن حکیم کی طرح حدیث نبوی ﷺ بھی تمام علوم ومعارف کا سرچشمہ ہے۔ ہر دور کے انسان نے اس سرچشمہ صافی سے راہنمائی حاصل کی۔ آج علوم معاشرت علوم طبعی، علوم الاقتصاد، علومِ طب اور دیگر علوم کی نئی نئی جہتیں سامنے آرہی ہیں

نہایت ہی حسین نمونہِ (حیات) ہے۔'' (الاحزاب، ۲۱:۳۳)

سورۃ آل عمران کی آیت ۳۱ میں فرمایا:

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللهُ.

''اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب اللہ تمہیں (اپنا) محبوب بنا لے گا''۔

اسی لئے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تم بھی ویسے ہی نماز ادا کرو جیسے مجھے ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہو''

معلوم ہوا کہ سنت رسول ﷺ قرآن مجید کے احکامات کی عملی تشریح کرتی ہے۔ لہذا قرآن مجید کا صحیح فہم اور اس کے احکامات پر عمل کرنا سنت اور ارشادات رسول ﷺ کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ چنانچہ یہ مسلّم حقیقت ہے کہ قرآن مجید کے بعد رسول اکرم ﷺ کی سنت مبارکہ اور ارشادات عالیہ شریعت اسلامیہ اور اسلامی قانون سازی کا بنیادی ماخذ ہیں۔ اس پر قرآن مجید کئی آیات میں وضاحت سے فرمادیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں آپ ﷺ کی حیات طیبہ کو امت مسلمہ کے لیے اسوۂ حسنہ قرار دے دیا گیا۔ لہٰذا فہم قرآن حضور ﷺ کی بارگاہ میں رجوع کئے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ قرآن فہمی کے لیئے امت مسلمہ حضور ﷺ کی توضیحات وتشریحات کی محتاج ہے۔ سنت رسول ﷺ قرآن مجید سے مل کر اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ قوانین اور ہدایات کی عملی تشکیل کرتی ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں، انہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔

حدیث نبوی ﷺ کی دینی اور تاریخی اہمیت کے پیش نظر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت سے لے کر آج تک اسلامی دنیا کے اعلیٰ ترین دماغ احادیث کی تعلیم و تدریس اور ترویج و اشاعت میں مصروف رہے۔ قرونِ اولیٰ سے لیکر موجودہ صدی تک جمع و تدوین حدیث کا کام جاری ہے اور ہزاروں کتب کا بے مثال ذخیرہ موجود ہے۔ دنیا کے ہر خطے میں اکابر قومیں اور نامور علماء خدمت حدیث پر مامور رہے۔ مگر موجودہ صدی میں احادیث کی تخریج وتحقیق کو آسان فہم پیرائے میں عوام وخواص کی ضرورت کی تکمیل کے لئے پیش کرنے کی توفیق اور سعادت اللہ تعالیٰ نے مؤسسِ تحریکِ منہاج القرآن شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی کے لئے مختص کر دی۔

انہوں نے اِصلاحِ اَحوالِ اُمت کے لئے دین کے حقیقی سرچشموں سے اِکتسابِ فیض کیا اور تعلیماتِ قرآن و سنت کو عصری ضرورتوں کے سانچوں میں ڈھال کر نوجوانوں کی ذہنی سطح کے عین مطابق پیش کرنا شروع کیا۔ آج زندگی نئے ادوار میں داخل ہو کر نئے تقاضوں کا سامنا کر رہی ہے۔ ہر دور کی طرح آج کی حشر سامانیوں کا مقابلہ بھی اہل علم و رجال دین کا فرض ہے۔ آج جس طرح قرآن کی تشریحات، اطلاقات اور مفاہیم کی تعبیر نو وقت کا تقاضا ہے اسی طرح احادیث نبوی ﷺ جو اسلام کا دوسرا بڑا ماخذ اور ذریعہ عمل (source of inspiration) ہے اس کی حقانیت اور حجیت مسلّم کرنے کی کہیں زیادہ ضرورت ہے اور اس کی کئی بنیادی وجوہات ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۞ پہلی وجہ یہ ہے کہ قرآن کی قطعیت، آفاقیت اور حجیت امر ثابتہ ہے۔ اگرچہ مبغضینِ اسلام اس پر بھی اظہار تشکیک سے باز نہیں آتے لیکن قرآن کی حقانیت و صداقت پر اعتراض کرنے والوں کے مقابلے میں احادیث وسنت نبوی ﷺ کی حجیت واتباع پر انگلی اٹھانے والوں کی تعداد کہیں زیادہ ہے۔

۞ احادیث نبویہ پر کام کرنے کی ضرورت اس لئے بھی زیادہ ہے کہ نسل نو جدید علوم و افکار سے متاثر ہورہی ہے۔ ان کے ذہنی افق پر جدید مادی اور الحادی افکار ونظریات کی چھاپ نمایاں ہورہی ہے جس کے مظاہر روزمرہ حالات و واقعات سے عیاں ہیں۔ ایسے میں ذہن جدید کی تسکین، اضطراب اور تشکیک کا علاج قرآن حکیم کے بعد حدیث نبوی ﷺ کی ترویج و

تدریس سے ہی ممکن ہے۔

❁ احادیث کا ذخیرہ امت مسلمہ کے پاس ایک نعمت خداوندی ہے جس کی نظیر کہیں اور نہیں ملتی۔ یہ علوم اور معارف کی ایک مستند تاریخ ہے جس سے قیامت تک ہر دور کا انسان حسب حال مستفیض ہوتا رہے گا۔ آج کا انسان اپنی علمی انتہاؤں پر پہنچ کر بھی علم بالوحی کے بغیر حقیقت مطلقہ تک رسائی سے قاصر ہے۔ اس لئے نام نہاد ترقی کی منزلیں طے کرنے والی انسانیت کے لئے ہدایت ربانی کے اس نبوی کلام اور پیغمبرانہ دستور کی معرفت بہت ضروری ہے۔

قرآن حکیم کی طرح حدیث نبوی ﷺ بھی تمام علوم و معارف کا سرچشمہ ہے۔ ہر دور کے انسان نے اس سرچشمہ صافی سے راہنمائی حاصل کی۔ آج علوم معاشرت (Social Sciences)، علوم طبعی (Natural Sciences)، علوم الاقتصاد (Economics)، علومِ طب (Medical Sciences) اور دیگر علوم کی نئی نئی جہتیں سامنے آ رہی ہیں۔ نئی تہذیب اور ثقافت جنم لے رہی ہے۔ مسلم تاریخ ایک بالکل نئے موڑ پر آ پہنچی ہے جہاں اسے نئے مسائل اور نئے چیلنج در پیش ہیں۔ ان مسائل اور چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں وہی نور وہی یقین اور وہی وثوق اور عرفان درکار ہے جو ہر دور میں اہل ایمان کا طرہ امتیاز رہا ہے اور اس کا حصول قرآن و سنت جیسے یقینی علم کی مدد کے بغیر ممکن نہیں۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ سیاست، معیشت، معاشرت، تربیت، تجارت اور تدریس و تعلیم جیسے بنیادی موضوعات پر نئے سرے سے حدیث نبوی کے محققہ مجموعے مرتب کئے جائیں۔ اس میں شک نہیں کہ آج کل ہمارے مذہبی، تعلیمی اداروں اور خصوصاً جامعات میں اس نوعیت کے منتخبات پر کام ہو رہا ہے مگر امتحانی ضرورت اور مخصوص تحقیقی نقطہ نظر سے ہٹ کر عامۃ الناس کی ضرورت اور افادیت کو سامنے رکھا جانا زیادہ ضروری ہے۔

❁ متون حدیث کی ترتیب نو کے ساتھ ساتھ اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ احادیث کے مفاہیم و معانی اور تشریح کو دور جدید کے تناظر میں رکھ کر بیان کیا جائے۔

مندرجہ بالا حقائق سے واضح ہوجاتا ہے کہ عصر حاضر میں خدمت حدیث کا کتنا وسیع سکوپ موجود ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام مجدد الدین والملۃ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مدظلہ جیسی دانا و بینا ہستی کی نظروں سے یہ میادین علم وفکر اوجھل نہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت بھی مرحمت فرمائی ہے کہ وہ محض علمی ذخیرے جمع نہیں کرتے بلکہ امت مسلمہ کا ایک قابل ذکر حصہ خصوصاً نئی نسل ان سے مانوس بھی ہے اور ان کے اشارہ ابرو پر جان بھی چھڑکتی ہے۔ ان کے مواعظ حسنہ اور علمی و تحقیقی نشریات سے ایک جہان مستفیض ہو رہا ہے۔

حدیثِ نبوی ﷺ کی دینی اور تاریخی اہمیت کے پیش نظر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت سے لے کر آج تک اسلامی دنیا کے اعلیٰ ترین دماغ احادیث کی تعلیم و تدریس اور ترویج و اشاعت میں مصروف رہے

یوں تو انہوں نے تفسیر، سیرت، تصوف، سائنس، معاشیات، سیاسیات، عمرانیات اور فکریات پر بے مثال ذخیرہ سمعی، بصری اور کتابی شکل میں قوم کو دیا ہے اور یہ مقدس مشن اب بھی جاری ہے لیکن احادیث نبوی ﷺ کی خدمت کے محاذ پر جتنی عرق ریزی اور جانفشانی سے انہوں نے کارہائے نمایاں انجام دیئے یہ توفیق ہمارے دور میں عرب وعجم کے کسی شخص کے حصے میں نہیں آئی۔ بلاشبہ ان کی مجتہدانہ شان اور منصب اس بات کا متقاضی بھی تھا کہ وہ اس بنیادی دینی ضرورت کی طرف متوجہ ہوتے۔

آخر میں اُن تمام احباب کو دعوتِ عام ہے کہ وہ اس دورۂ حدیث میں شرکت کر کے علمی پیاس بجھائیں اور حدیث شریف کو جدید تقاضوں کے مطابق سمجھیں اور پھر سمجھائیں۔ اللہ رب العزت ہمیں قرآن و سنت کو سیکھنے، سمجھنے اور اپنی زندگیوں کو ایمانیات سے لبریز تبدیلیوں سے ہم آہنگ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ نیز ہمیں خدمت دین کی عظیم خدمت کی سعادت عطا فرمائے تاکہ ہم علم کی تحصیل و ترسیل کا آخری سانس تک حق ادا کرتے رہیں۔❁❁❁❁❁❁

”صاحبزادہ مسکین فیض الرحمن درانی باعمل انسان تھے“

خدمات کے اعتراف و ایصال ثواب کے حوالے سے منعقدہ تعزیتی ریفرنس

رپورٹ: طالب حسین سواگی

گذشتہ ماہ محترم صاحبزادہ مسکین فیض الرحمٰن درانی مرحوم (امیر تحریک منہاج القرآن) کی خدمات کے اعتراف اور ان کے ایصال ثواب کے لئے ملک بھر میں دعائیہ تقریبات کا اہتمام کیا گیا۔ ان تقریبات میں مرحوم کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ان کی بلندی درجات کے لئے دعائیں کی گئیں۔ مرکزی تقریب 15 اگست 2017ء بروز منگل جامع المنہاج بغداد ٹاؤن میں ہوئی جس میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری، محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، محترم حضرت پیر خواجہ غلام قطب الدین فریدی (گڑھی شریف)، مرکزی قائدین تحریک، سٹاف ممبران، اساتذہ، طلبہ، علماء و مشائخ اور مرحوم کے لواحقین نے خصوصی شرکت کی۔ محفل کا آغاز تلاوتِ ونعت رسولِ مقبول ﷺ سے ہوا۔ نقابت کے فرائض علامہ غلام مرتضیٰ علوی اور علامہ محمد حسین آزاد نے سرانجام دیئے۔ اس تقریب سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اور دیگر مقررین نے اظہار خیال کیا۔

اظہارِ خیال: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے محترم صاحبزادہ مسکین فیض الرحمٰن درانیؒ کے حوالے سے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے دنیا بھر میں موجود منہاج القرآن کی تنظیمات اور مراکز کو ہدایت کی کہ وہ مسکین صاحبؒ کے ایصال ثواب کے لئے اجتماعی قرآن خوانی اور حلقات ذکر کی تقریبات کا اہتمام کریں۔

شیخ الاسلام نے فرمایا کہ میرا ان کے ساتھ تعلق تین عشروں سے زائد کا ہے۔ یہ تعلق دورۂ پشاور کے دوران 1983ء سے قائم ہوا۔ پشاور میں ہمارے دو دیرینہ ساتھی تھے: ایک مرحوم خٹک صاحب اور ایک حضرت مسکین صاحب۔ دونوں حضرات کو حضرت شلپانڈی باباؒ (بُنیر شریف) کے ساتھ نسبت تھی۔ حضرت مسکینؒ صاحب تو ان کے خلیفہ اعظم بھی تھے۔ ایک بار حضرت شلپانڈی باباؒ نے مجھے بہت بڑا عشائیہ دیا تھا اور بڑی محبت کے ساتھ عظیم استقبال کروایا تھا۔ اسے آرگنائز کرنے میں بھی مسکین صاحبؒ کا ہاتھ تھا۔

ہر ماہ جب میں پشاور جاتا تھا تو مرحوم خٹک صاحب (سابق ڈپٹی اکاؤنٹنٹ جنرل آف پاکستان) اور مسکین صاحب ہر ماہ دروس قرآن رکھواتے، جہاں پر بڑے اہل علم اور اعلیٰ عہدوں پر فائز لوگ آتے تھے۔ جج حضرات، علماء، سکالرز، ڈاکٹرز، شعراء، ادیب الغرض ہر طبقے کے لوگوں کو یہ دونوں احباب اکٹھا کرتے تھے۔ ہر ماہ مختلف لوگوں کو بلاتے تھے۔ اس طرح ان پروگراموں کو آرگنائز کرنے کی وجہ سے میرے ساتھ ان کا تعلق بنا۔ اس زمانے کے (سرحد) KPK کے چیف جسٹس تک درس قرآن سننے آتے تھے۔

حضرت مسکین صاحبؒ جیسے لوگ آسانی کے ساتھ کسی تنظیم وتحریک سے وابستہ نہیں ہوتے بلکہ خوب چھان پھٹک اور تحقیق کے بعد فیصلہ کرتے ہیں۔ ہمارے پنجاب میں غلامانہ ذہنیت ہے، اس سرزمین سے غلام پیدا ہوتے ہیں، اگر کوئی بہادر پیدا ہوجائے تو زمین کا مزاج اس کا ساتھ نہیں دیتا۔ KPK پختونوں کی سرزمین ہے، ان لوگوں نے ہمیشہ جنگیں لڑی ہیں، مزاحمت کی ہے۔ افغانستان میں روس آ گیا تھا تو ان کے ساتھ جنگ لڑی اور اس کو خالی کروایا۔ اللہ نہ کرے کہ اس خطہ پنجاب میں کوئی آجائے جس سے جنگ کرنی پڑجائے، اس لئے کہ اس خطے کے لوگ بنی اسرائیل کی طرح کے ہیں۔ البتہ مستثنیات ہر جگہ ہوتی ہیں۔

جناب مسکین فیض الرحمٰنؒ کی رگوں میں افغانی خون تھا، مجاہدین کا خون تھا۔ امت کا ایک درد تھا، اس وجہ سے دور دراز

کے لوگوں کو بلاتے تھے اور اُنہیں دینِ اسلام کی حقیقی تعلیمات سے آشنائی دلوانے کے لئے میرے خطاب سنواتے۔

ان کی اس لگن اور محنت کو دیکھتے ہوئے میں نے ان کو KPK کا امیر تحریک مقرر کیا اور عرصہ دراز اس عہدہ پر فائز رہے۔ اسکے بعد میں نے ان سے کہا کہ آپ مرکزی امیر تحریک منہاج القرآن کے طور پر لاہور آجائیں۔ ان کی وفاداری، استواری، اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ تابعداری اور ایمان داری کا اس بات سے جائزہ لیں کہ انہوں نے ایک اعلیٰ گورنمنٹ جاب چھوڑ دی اور لاہور آگئے اور پھر واپس نہیں گئے۔ ان کی وفا داری کا عالم یہ ہے کہ آج وہ روضۃ المخلصین میں مدفون ہیں۔

کئی لوگوں میں محبت ہوا کے جھونکے کی طرح آتی بھی ہے اور جاتی بھی ہے، ہر ایک کی محبت مجرد نہیں ہوتی۔ توحید کا عقیدہ بھی ہر ایک کے پاس ہے مگر صوفیاء اور اولیاء نے توحید کے مراتب مقرر کئے ہیں۔ توحید تفرید بھی ہے اور تجرید بھی ہے۔ توحید کو ہر بندہ مانتا ہے مگر اس کی یکتائی کو کیسے ماننا ہے، یہاں سے مراتب شروع ہوتے ہیں۔ کوئی تفرید کے مقام پر جاتا ہے اور کوئی تجرید کے مقام پر ہوتا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید نے قل ھو اللہ احد کہا ہے، قل ھو اللہ واحد نہیں کہا۔ ''واحد'' کا مطلب ہے ایک اور ''احد'' کا مطلب ہے یکتا۔ ''احد'' کا درجہ ''واحد'' سے اونچا ہے۔

اسی طرح محبت میں بھی تفرید اور تجرید ہوتی ہے۔ کیونکہ ایسی محبتیں ہمارے میں موجود ہیں جس میں بہت سے لوگ شامل ہیں۔ مثال کے طور پر جان، اولاد، بیوی، بچے، والدین پھر ان کی اولادیں یہ سب محبتیں انسان کے دل میں شامل ہیں۔ درجے اوپر نیچے ہوتے ہیں مگر محبت ہوتی ہے۔ اس میں اعلیٰ کام یہ ہے محبت میں تجرید ہو اور اس میں مجرد ہوا جائے۔ محبت جب تک اپنا درجہ کراس نہ کرجائے، اس وقت تک انسان بڑے فیصلے نہیں کرسکتا۔ اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ اس بندے میں محبت ہی نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ. (التوبۃ، ۹: ۲۴)

اللہ تعالیٰ نے ان سب محبتوں کو جائز قرار دیا مگر مراتب رکھے ہیں۔ سارا کچھ بیان کردیا تو آخر میں فرمایا احب الیکم من اللہ ورسولہ کہ اللہ اور رسول ﷺ کی محبت ان تمام محبتوں سے بڑھ جائے اور محبت احبیت کے درجے میں چلی جائے۔ جو سب محبتوں سے بڑھ جائے پھر وہ محبوب نہیں ہوتا بلکہ وہ اَحب کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے۔ اس طرح محبت آگے بڑھتی اور تفرید و تجرید سے آگے جاتی ہے تو انسان بڑے فیصلے کرتا ہے۔ ورنہ آدمی کہتا ہے محبت کرتا ہوں، کرنا بھی چاہتا ہوں اور کر بھی نہیں سکتا، مجبوریاں ہیں، رکاوٹیں ہیں۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ محبت اس وقت تک کامل نہیں ہوتی جب تک بے نیاز نہ ہوا جائے، پھر اس کو لومۃ لائم کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔ کوئی طعنے دے یا برا بھلا کہے، پھر وہ کسی تعریف کا محتاج نہیں ہوتا۔ پھر محبوب دے تب بھی خوش، نہ دے تب بھی خوش کیونکہ وہ ان چیزوں سے بے نیاز ہوتا ہے۔ اسے ان چیزوں سے محبت نہیں بلکہ اسے تو محبوب کی ذات سے محبت ہوتی ہے۔

محبت تعریف اور نظر کرم جیسی چیزوں سے بے نیاز ہوتی ہے۔ محبت کا تعلق نعمت سے نہیں ہوتا بلکہ منعم سے ہوتا ہے۔ وہ محبوب کو دیکھتی رہتی ہے۔ محبوب بلائے یا نہ بلائے، پوچھے یا نہ پوچھے، بیمار کردے یا صحت مند کردے، محبوب منع کردے یا دے دے وہ ان چیزوں کو نہیں دیکھتا کیونکہ یہ سب چیزیں نیچے رہ جاتی ہیں۔ جب محبت بالغ ہوتی ہے تو انسان کے اندر جرأت پیدا ہوتی ہے۔ محبت بے خوف اور بے حرص ہوتی ہے۔ ہر وہ چیز جو بندے کو کمزور کرتی ہے وہ اس سے بے نیاز ہوتی ہے۔ اس کا تعلق طاقتور ہوتا ہے۔

مسکین صاحب کی محبت بڑی پختہ تھی اور بہت سے لوگوں کی محبت سے منفرد محبت تھی۔ جس محبت نے ان کو استقامت دے دی تھی اور اتنے لمبے عرصے میں اول سے آخر تک ان کی محبت میں کمی نہیں دیکھی۔ ہم انسان ہیں، کئی بار محفلوں میں ایسا ہوا ہوگا کہ انسان مصروف ہوتا ہے اور کسی کا نام لے کر حال احوال نہیں پوچھ سکتا اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حال پوچھ لیا جاتا ہے۔ جب کبھی ان کا نام لے کر پوچھ لیا، تب بھی ان کے چہرے پر خوشی ہوتی۔ اگر کبھی نام لے کر احوال نہیں پوچھا تو میں نے 35 سال میں نہیں دیکھا کہ ان کے چہرے پر کبھی ملال آیا ہو۔ ان کو ہمیشہ مسکراتا ہوا پایا ہے۔

اگر کسی کے احوال دیکھنے ہوں اور اس کے دل میں کیا ہے دیکھنا چاہتے ہیں تو دیکھیں کہ چہرہ کیا کہتا ہے؟ مسکین صاحبؒ کا چہرہ ہمیشہ مسکراتا رہتا، میں نے زندگی میں مسکین صاحب کے علاوہ ایسا چہرہ نہیں دیکھا جو ہمہ وقت مسکراتا ہو، ان کو ہر حال میں مسکراتا دیکھا ہے۔ وہ ہمیشہ چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کا ادب کرتے تھے۔ ان کا کمال یہ ہے کہ وہ ہر بندے کا علم کے حوالے سے ادب کرتے تھے۔ ان کی سوچ کلیر تھی، وہ مدارس سے باقاعدہ درسی علوم وفنون پڑھے ہوئے نہیں تھے لیکن اس کے باوجود شریعت کا علم ان پر واضح تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم لدنی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو وہ تمہیں علم عطا کرے گا۔

میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ ان کو بطریق تقویٰ علم ملا تھا اور ایک خوبی یہ تھی کہ بڑے باعمل انسان تھے۔ ان کے علم، عمل اور قول وفعل میں تضاد نہیں تھا۔ وہ تقویٰ ظاہر نہیں کرتے تھے بلکہ متقی تھے۔ اُن کے گھر والوں نے مجھے بتایا کہ آخر دن تک نماز تہجد، فرض نماز، تلاوت قرآن، وظائف، نوافل کے پابند تھے۔ ہمہ وقت باوضو رہتے، اتنے باعمل تھے کہ آخری دن تک کوئی نماز قضا نہیں ہوئی۔ میں نے ہمیشہ ان کو تقویٰ اور صالحیت پر پایا ہے۔ ان کی نیت کو ہمیشہ حسنہ دیکھا ہے، ان کے اندر قناعت تھی، وسائل میں اتنی فراوانی نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ جیسے چاہتا ہے معاملہ فرماتا ہے مگر وہ دل کے بہت امیر تھے۔ تحریک کے ہی امیر نہیں بلکہ دل کے بھی امیر تھے۔ سب سے بڑھ کر میں نے اُنہیں حالتِ شکر پر دیکھا ہے۔ بہت زیادہ خوش اخلاق تھے۔ جتنا عرصہ مرکز میں گزارا، کبھی نہیں دیکھا کہ کسی کے ساتھ زیادتی کی ہو، کسی سے اختلاف جھگڑا نہیں تھا، کبھی شکایت نہیں کی۔ یہ بہت عظیم چیزیں ہیں۔ ان کے وصفِ عدل وانصاف کی وجہ سے تنظیمی انکوائری ان کے ذمہ ہوتی تھی جس کا وہ ہمیشہ میرٹ پر فیصلہ کرتے۔

اللہ رب العزت ان کے درجات بلند فرمائے۔ صدیقین، صالحین کی معیت عطا فرمائے اور ان کے گھر والوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ہم ان کے غم میں شریک ہیں۔ جس طرح گھر والے سوگ میں ہیں، ہم بھی ان کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

اظہار خیال: حضرت پیر خواجہ غلام قطب الدین فریدی

حضرت پیر خواجہ غلام قطب الدین فریدی (سجادہ نشین آستانہ عالیہ گڑھی شریف، مرکزی صدر نیشنل مشائخ کونسل پاکستان) نے اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ

حضرت صاحبزادہ مسکین فیض الرحمٰن درانیؒ کے انتقال پُرملال پر میں سب حضرات سے دل کی گہرائیوں سے اظہار افسوس کرتا ہوں۔ ایسی شخصیات روز روز پیدا نہیں ہوتیں، اللہ ان کی قبر انور پر کروڑہا رحمتیں نازل فرمائے۔ یہ نظام تو اسی طرح چلتا رہتا ہے، موت وحیات کا سلسلہ اسی طرح جاری رہتا ہے۔

اجل کے ہاتھ کوئی آرہا ہے پروانہ
نہ جانے آج کی فہرست میں رقم کیا ہے

کچھ پتہ نہیں ہوتا کس کی کس وقت موت آجائے لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ مر کر مر جاتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ مرکر بھی نہیں مرتے۔ علامہ اقبال نے بڑی خوبصورت بات کی کہ آپ اگر کسی کو کوئی چیز بخش دیں تو وہ واپس نہیں لیتے، اس لئے کہ زیب نہیں دیتا کہ بخشی ہوئی چیز واپس لی جائے۔ لہذا اللہ جو جان بخش دیتا ہے وہ بھی واپس نہیں لیتا۔ فرماتے ہیں:

جانی کہ بخشد دیگر نگیرند
آدم بمیرد از بی یقینی

یعنی بندہ بے یقینی کی وجہ سے مرتا ہے۔ حضرت صاحبزادہ مسکین فیض الرحمٰن درانیؒ یقین کی حامل شخصیت تھے کہ عسر اور یسر کی ہر کیفیت اور حال میں خوش رہے، ان کے چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ رہی ہے۔

ہر حال میں رہتے ہیں شاد دیوانے
نہ جانے ان کو تیری کس ادا سے نسبت ہے

ایسے لوگوں کو یار کی ہر ادا سے نسبت ہوتی ہے اس لئے کہ ان کا یہ ایمان تھا:

ہجر اچھا نہ وصال اچھا ہے
یار جس حال میں رکھے وہی حال اچھا ہے

محترم مسکین صاحبؒ مزاجاً اور شخصیت کے اعتبار سے بہترین انسان بھی تھے اور انسان دوست بھی تھے۔ قبلہ ڈاکٹر طاہرالقادری صاحب کے سامنے لب کشائی تو عجیب بات ہے

کہ لقمان کے سامنے حکمت بیان کرنا عجیب بات ہوتی ہے، سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے لیکن چند جملے اجازت سے پیش کررہا ہوں کہ

انسان کے بارے میں ہم نے عام طور پر یہی سمجھا ہے کہ انسان بھولنے والے کو کہتے ہیں۔ لیکن دراصل انسان وہ ہے جو اللہ کی محبت کے سوا سب کچھ بھول جائے۔ یہ پہلی سٹیج ہے۔ اس کے بعد دوسری سٹیج یہ ہے کہ پھر اپنے آپ کو بھی بھول جائے اور اس سے اگلی سٹیج یہ ہے کہ پھر اس بھولنے کو بھی بھول جائے۔

حضرت مسکینؒ صاحب اس طرح کے انسان تھے۔ وہ انسان دوست تھے۔ انسان دوست کا مطلب کیا ہے؟

یاد رکھیں! ایک دوست ہی تو ہوتا ہے جس کا کوئی مطلب نہیں ہوتا۔ اگر مطلب ہے تو پھر کیسا دوست ہے۔ وہ تو ایسے دوست تھے کہ جن کو مطلب سے بھی کوئی مطلب نہیں تھا۔ رب کائنات نے فرمایا:

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً. (الملک، ۶۷: ۲)

”جس نے موت اور زندگی کو (اس لیے) پیدا فرمایا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل کے لحاظ سے بہتر ہے“۔

ایک ترتیب وہ ہے جو ہمارے دیکھنے میں آتی ہے اور ایک ترتیب وہ ہے جو قرآن پاک میں موجود ہے۔ دیکھنے میں جو ترتیب ہے اس کے مطابق پہلے حیات ہوتی ہے اور بعد میں موت۔ بندہ پہلے آتا ہے پھر اس کو موت آجاتی ہے۔ اس آنے اور جانے کا سارا خلاصہ یہ ہے:

انا للہ وانا الیہ راجعون

گذشتہ ماہ محترم محمد یامین مصطفوی منہاجین (منہاج انٹرنیٹ بیورو) کی والدہ، محترم عبدالشکور منہاجین کی ہمشیرہ، محترم خالد محمود طاہر منہاجین کی والدہ، محترم سیٹھ محمد ایوب رحمانی (ضلعی جنرل سیکرٹری PAT) کے سسر، محترم عبدالرضا اور محترم ناصر رضا گوندل کے چچا ممتاز احمد گوندل، محترم محمد افضل معصومی (گاجر گولہ TCR) کی والدہ، محترم علی شیر بھٹی کی خوشدامن، محترم ڈاکٹر عبدالسلام کی اہلیہ، محترم ذوالفقار علی حیدری (ناظم یوسی 3) کی ہمشیرہ، محترم حبیب اللہ شاہین فتح آبادی، (صحابی، ادیب، شاعر)، محترم محمد طارق قادری منہاجین (ڈائریکٹر منہاج القرآن اسلامک سینٹر ویلبی ڈنمارک) کے والد محترم (گھرالی، گجرات)، محترم علامہ حافظ عبدالسعید منہاجین (لندن) کی خالہ جان، محترم محمد حنیف قادری (سینئر نائب امیر TMQ لاہور) کی والدہ، محترم اصغر علی ناز (ناظم مالیات TMQ) لاہور، کی زوجہ، محترم محمد اصغر ساجد (نائب امیر TMQ لاہور) کی نانی، محترم حافظ صابر (ناظم TMQ پی پی B-159) کے والد، محترم میاں حامد جمیل (صدر PAT پی پی B-152) کے والد، محترم محسن شبیر اعوان (ناظم TMQ پی پی A-152) کا بھانجا، محترم ملک علی رضا (گوجرانوالہ) کی والدہ، محترم رانا محمد یوسف (نائب صدر مریدکے) کی والدہ، محترم محمد حنیف ڈوگر (سیدوالہ) کے ماموں اور سسر، محترم وقاص یونس کے (گجیانہ نو) کے دادا جان، محترم محمد اقبال کی والدہ، محترم امان اللہ کی ہمشیرہ، محترم حاجی ناصر علی لالی کی ہمشیرہ، محترم سہیل آفتاب لاڑا (لالیاں)، محترم محمد صدیق بھٹی (نائب صدر پی پی 85) کا بھانجا، محترم محمد نواز چدھڑ (ناظم ممبرشپ پی پی 88 کمالیہ) کی والدہ، محترم محمد ارشد مغل (نائب ناظم پی پی 85) کی پھوپھو، محترم غلام رسول سعیدی (مونگی بنگلہ پی پی 85) کی والدہ، محترم محمد شاہد فاروق (ضلعی ناظم ٹوبہ ٹیک سنگھ) کی ساس، محترم ماسٹر محمد سلیم (ناظم یوسی 11) کے بھائی، محترم عارف امین چوہدری (سابق امیر سیالکوٹ) کی بہن، محترم حاجی امین القادری (ناظم ویلفیئر فیصل آباد) کے بھائی، محترم امتیاز علی بھٹی (ناظم پی پی 58 ماموں کانجن) کے چچا جان، محترم شہباز فرید گجر (سمندری) کی چچی جان، محترم قاری امان اللہ جماعتی (شورکوٹ) کے کزن، محترم حافظ صابر (ناظم پی پی/B159) کے والد، محترم اصغر ساجد (نائب امیر لاہور) کی نانی جان، محترم ڈاکٹر محمد شفیق (جڑانوالہ) کی والدہ اور محترم میاں حافظ جمیل (صدر PAT پی پی/151 B) کے والد قضائے الٰہی سے انتقال فرماگئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرکزی سیکرٹریٹ اور گوشہ درود میں موجود احباب نے جملہ مرحومین کی مغفرت و بخشش کے لئے خصوصی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

از بیابان عدم تا سرِ بازار وجود
بہ تلاش کفنی آمدہ عریانی چند

کچھ ننگے لوگ بیابانِ عدم سے اس بازارِ وجود میں کفن تلاش کرنے کے لئے آئے تھے اور اس کو حاصل کرکے چلے گئے۔ یہ زندگی کا خلاصہ ہے۔ ہماری پوری زندگی میں جھگڑے بہت ہوتے ہیں کہ مرنے والا کیا چھوڑ گیا ہے۔ اس لڑائی جھگڑے میں پتہ نہیں کیا کچھ ہوتا ہے، یہ ایک پہلو ہے۔ اگر اس کا دوسرا پہلو دیکھ لیں کہ مرنے والا ساتھ لے کر کیا گیا ہے تو کوئی جھگڑا رہتا ہی نہیں۔ ہمیں دوسرے پہلو پر بھی غور کرنا چاہئے۔ دیکھنے میں جو ترتیب ہے وہ یہ ہے کہ پہلے حیات ہے پھر موت ہے لیکن قرآن پاک میں جب بیان فرمایا تو پہلے موت کو بیان فرمایا پھر حیات کو بیان فرمایا ہے۔ ترتیب کو رب کائنات نے الٹ دیا، کیوں؟ اس لئے کہ ہم نے جس حیات کو حیات سمجھا ہے، وہ حیات نہیں ہے اور ہم نے جس موت کو موت سمجھا ہے، وہ موت نہیں ہے۔ حیات اصل میں ہوتی ہی وہ ہے جو اس موت کے بعد شروع ہوتی ہے۔

یہ مرنا کس لئے ہوتا ہے؟ اگر خدانخواستہ کوئی آدمی پانی میں ڈوب جائے تو جب تک وہ زندہ رہے گا اس وقت تک ڈوبتا جائے گا اور جب مرجائے گا تو تر کر اوپر جائے گا۔ یہ مرنا تو ترنے کے لئے ہوتا ہے۔ غور سے اس ریڑھی والے کی بات سنئے جو ہر چیز بیچنے والے کی طرح اپنی چیز کی اچھائی بیان کرتا ہوا سنگترے بیچ رہا تھا، وہ کہہ رہا تھا ''اچھے سنگترے''۔ ان الفاظ پر غور کریں ''اچھے سنگ ترے'' گویا ترتا وہی ہے جو اچھوں کے سنگ لگ جائے۔ یہ مرنا تو ترنے کے لئے ہوتا ہے۔ اصل میں موت کے ذریعے انسان ڈوب کر اوپر آتا ہے اور پھر وہ زندہ ہو جاتا ہے۔

حضرت خواجہ محمد یار فریدیؒ نے اس حوالے سے ایک بڑی پیاری بات کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

نے باری پانی تار اے
دلدار دا ڈیرا پار اے

اس یار سے ملنے کا دل کرتا ہے مگر اس نے دریا کے پار ڈیرہ ڈال رکھا ہے اور دریا کا پانی بہت زیادہ ہے۔

اب اس ملاقات کا شوق کیسے پورا ہوگا؟ شوق دامن گیر ہے۔ اس پر خواجہ محمد یار فریدیؒ خود ہی جواب دیتے ہیں:

؎ فریدا ٹریا ٹریا جا

یار سے ملنا چاہتے ہو تو اس دریا کے کنارے چلتے رہو ایک پُل آجائے گا، اس پُل کو جب عبور کرو گے تو یار سے مل جاؤ گے۔ وہ پل کون سا ہے؟

الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب.

''موت ایک پُل ہے جو یار کو یار سے ملا دیتا ہے''۔

جب اس پل پر پہنچنا ہے تو اس موت کو چکھنا ہے۔ یاد رہے کہ موت کھانے کے لئے نہیں دی جاتی بلکہ چکھنے کے لئے دی جاتی ہے۔ انحصار اس بات پر ہے کہ وہ چکھنے کے بعد آپ کو کیسی لگتی ہے؟ اگر آپ کے اندر عشق ہے تو اس کو جب چکھیں گے تو یار سے مل جائیں گے، پھر آپ کہیں گے یہ تو مزے کی چیز ہے، اس نے تو یار سے ملا دیا ہے۔ میں اتنے عرصے سے یار سے ملنے کے لئے اشتیاق میں تھا، پھر چکھیں گے، پھر ملیں گے، پھر چکھیں گے، پھر ملیں گے۔ عاشق تو چکھتے چکھتے موت کو کھا جاتا جاتا ہے لیکن موت اس کو نہیں کھاتی۔

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگر است

میں حضرت صاحبزادہ مسکین فیض الرحمٰن درانیؒ کا جتنا بھی اظہار تعزیت کروں اور صبر کا کہوں، وہ کم ہے۔ اس حوالے سے میں اتنی بات عرض کروں گا:

چارۂ دل سوائے صبر نہیں
سو تمہارے سوا نہیں ہوتا ہے

ان شاء اللہ یہ نظام چلتا رہے گا، امیر تحریک بھی کوئی بن جائے گا اور ان کے بچے ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے، ان کے بتائے ہوئے اصولوں پر چلتے ہوئے اس معاشرے میں بہتر مقام پیدا کرلیں گے لیکن بات یہ ہے کہ

ہمیں التجا نہیں باقی، ضبط کا حوصلہ نہیں باقی
اک تیری دید چھن گئی مجھ سے ورنہ دنیا میں کیا نہیں باقی

☆ ناظم اعلیٰ تحریک منہاج القرآن خرم نواز گنڈا پور نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ

آج ہم صاحبزادہ مسکین فیض الرحمٰن درانیؒ کے ایصالِ ثواب کی محفل میں اکٹھے ہوئے ہیں۔ وہ تحریک کا عظیم اثاثہ تھے۔ جنہوں نے 30 سال سے زائد عرصہ شیخ الاسلام کے ساتھ

گزارا۔ اس دوران ان کا کردار، گفتار اور ان کی تحریک سے محبت کسی سے پنہاں نہیں ہے۔ میرے ساتھ ان کا تعلق ایک بڑے بھائی اور رہبر کی حیثیت سے تھا۔ جب بھی مجھے مشکل معاملات میں رہنمائی درکار ہوتی تو میں ان کے پاس جاتا تھا اور وہ محبت سے نوازتے تھے۔ ہم نے جس بھی معاملے پر ان سے بات کی، آخر کار ان کی گفتگو کا رخ محبت، دین اور اسلام کی سربلندی ہوتا۔ وہ شہدائے ماڈل ٹاؤن کا انصاف لینا اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ جو خلا اس تحریک میں چھوڑ گئے ہیں، وہ پورا نہیں ہوسکتا۔ وہ ہمارے دلوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان کے خاندان سے محبت ہمارے دلوں میں ہے۔ وہ ایک عظیم انسان تھے، اس کی کا مداوا ہم تو نہیں کرسکتے لیکن تحریک منہاج القرآن ان کے بچوں کا گھر ہے، یہاں سے ان کو اسی طرح محبت ملے گی اور وہ ہمیشہ ہمارے دلوں میں رہیں گے۔

☆ اس تقریب سے صدر منہاج القرآن علماء کونسل حاجی امداداللہ خان، نائب صدر تحریک منہاج القرآن محترم بریگیڈیئر (ر) اقبال احمد خان، نائب ناظم اعلیٰ تحریک منہاج القرآن احمد نواز انجم، پروفیسر علامہ محمد نواز ظفر اور لعل مہدی (سیکرٹری جنرل امامیہ آرگنائزیشن پاکستان) نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ

میں نے اپنی زندگی کے اندر ایسے کم لوگوں کو دیکھا جن کا عمل اپنے قول کے مطابق ہوتا ہے۔ حضرت مسکین صاحبؒ کا شمار انہی افراد میں ہوتا تھا۔ ہم نے مسکین صاحب کو نام کا مسکین نہیں پایا بلکہ وہ عملاً بھی مسکین تھے، عجز و انکساری کے پیکر تھے۔

وہ بہت حلیم اور درویش انسان تھے۔ کبھی ان کے گمان میں بھی نہیں آیا کہ وہ تکبر اور غرور کریں۔ وہ منصف اور جہان دیدہ انسان تھے۔ اچھے منتظم (administrator) تھے۔ وہ تحریک اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کو ہر پروگرام میں ضرور represent کرتے اور بڑے وقار سے تحریک کا پیغام دیتے تھے۔ یقیناً ایسے لوگ صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ میری دعا ہے اللہ رب العزت ان کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

تقریب کے اختتام پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے محترم صاحبزادہ مسکین فیض الرحمن درانی صاحب کے ایصالِ ثواب اور بلندیٔ درجات کے لئے خصوصی دعا فرمائی۔ ❁❁

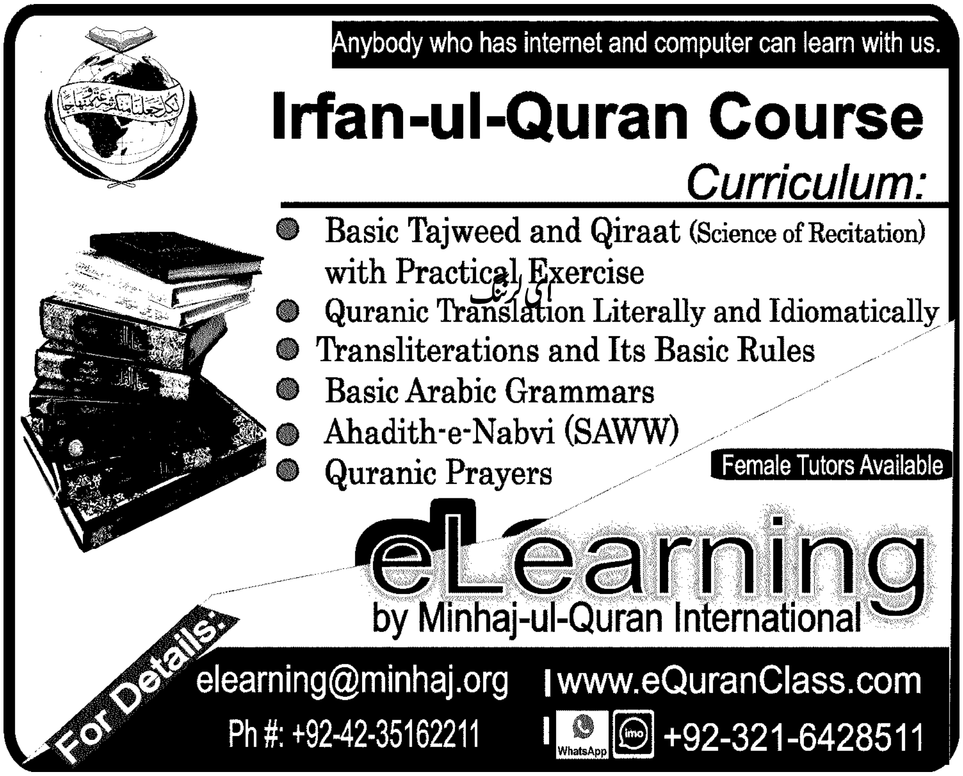

منہاج ایجوکیشن سوسائٹی کے زیر اہتمام فرید ملت سکالرشپ ایوارڈ کی تقریب

حیاتِ شعوری کے تین اجزا

تفکر، تفقہ، تصوف

ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، سابق وزیر خارجہ خورشید محمود قصوری، سابق گورنر چودھری محمد سرور کا خطاب

رپورٹ
راشد کلیامی

سینکڑوں بچوں کو سکالرشپ، اساتذہ کو حسن کارکردگی ایوارڈ دیے گئے

منہاج ایجوکیشن سوسائٹی ہر سال مقابلے کا ایک مرکزی امتحان لیتی ہے۔ جس میں اس سے وابستہ 650 سے زائد تعلیمی اداروں کے طلباء طالبات اس میں شرکت کرتے ہیں ۔ اس امتحان میں میرٹ پر آنے والے ایک سو بچوں کو فرید ملت سکالرشپ دیا جاتا ہے۔ یہ ایوارڈ نقد رقم کی صورت میں ہوتا ہے۔ ان میں بچے اپنے سال بھر کے تعلیمی اخراجات کو پورا کرتے ہیں۔ فرید ملت سکالرشپ ایوارڈ کیلئے جن بچوں کا انتخاب کیا جاتا ہے جس کے لئے باقاعدہ طور پر ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے جو مقابلے کے امتحانات کے رزلٹ کو دیکھ کر اور خوب اچھی طرح جانچ پرکھ کرنے کے بعد ان بچوں کو فرید ملت سکالرشپ کیلئے منتخب کرتی ہے ۔ فرید ملت سکالرشپ ایوارڈ کا ٹائٹل منہاج ایجوکیشن سوسائٹی کے سرپرست اعلی شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے والد گرامی جناب ڈاکٹر فرید الدین قادری کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔ اس سال بھی اس تقریب کا انعقاد ہوا۔ یہ تقریب لاہور کے ممتاز مقام الحمراہال میں منعقد ہوئی ۔ جس میں پاکستان بھر سے منتخب بچوں ،ان کے اساتذہ ، پرنسپلز، عام شہریوں ،اہل دانش وبینش، وکلاء ، مختلف سیاسی جماعتوں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ تقریب کی صدارت منہاج ایجوکیشن سوسائٹی کے چیئرمین ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے کی جبکہ تقریب کی میزبانی ایم ڈی MES راشد کلیامی نے کی ۔ مہمانان خصوصی میں سابق وزیر خارجہ جناب خورشید محمود قصوری اور سابق گورنر پنجاب جناب چوہدری محمد سرور تھے۔

مہمان خصوصی خورشید محمود قصوری نے اپنے خطاب میں پاکستان میں تعلیم کے حوالے سے ہونے والے دستوری سفر کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔ اور مختلف تعلیمی پالیسیز جو مختلف حکومتوں کی طرف سے تشکیل دی گئیں ان کا ایک تجزیہ پیش کیا۔ خورشید محمو د قصوری نے حاضرین کو بتایا کہ پوری دنیا میں اس وقت ساڑھے 5 کروڑ بچے ایسے ہیں جو سکول نہیں جا رہے اور ان میں سے اڑھائی کروڑ بچے پاکستان کے اندر ہیں ۔ گویا پوری دنیا میں سکول نہ جانے والے بچوں کی تعداد کا 40% پاکستان کے اندر موجود ہے۔ خورشید محمود قصوری نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جس وقت وہ اہم ذمہ داریوں پر فائز تھے اس دوران بیرون ملک سے ایک وفد آیا جس نے یہ آفر کی کہ پاکستان تعلیم کے شعبے میں جتنا بجٹ لگائے گا اتنا ہی بجٹ وہ پاکستان کو بطور سپورٹ فراہم کریں گے۔ اس وقت حکومتوں کی ذمہ داری تھی کہ وہ اپنے تعلیمی بجٹ میں اضافہ کرتیں تاکہ انہیں اسی کے برابر امداد باہر کے ممالک سے مل سکے اور پاکستان میں تعلیم کو فروغ دیا جا سکے اور اس کو بہتر کیا جا سکے۔ لیکن حکومتوں کی نااہلی ، ناکامی اور اس شعبے میں غیر ذمہ دارانہ رویے اور غفلت کی وجہ سے ہم یہ فنڈ بھی بیرونی دنیا سے حاصل نہیں کر سکے۔ خورشید محمود قصوری نے اس بات پر زور دے کر کہا کہ اس وقت تک پاکستان یا کوئی بھی ملک ترقی نہیں کرسکتا جب تک اس کے اساتذہ کو تربیت یافتہ نہ بنایا جائے۔

انہوں نے کہا کہ پاکستان کے اندر تربیت اساتذہ کا

پروگرام انتہائی بنیادی اہمیت کا حامل ہے ۔ جب تک ہم اپنے اساتذہ کو پیشہ وارانہ تربیت سے مزین نہیں کریں گے کہ کلاس روم اور تعلیمی ادارے کے اندر مختلف مضامین کو کیسے پڑھانا ہے، اپنے رویوں کو کیسے بہتر کرنا ہے اور قوم اور بچوں کی تربیت کا فریضہ کیسے سر انجام دینا ہے۔ جب تک مقاصد کو واضح اور موثر طور پر اساتذہ کی تربیت کا حصہ نہیں بنائیں گے اس وقت تک کبھی بھی پاکستان کو ترقی یافتہ ممالک کی صف میں شامل نہیں کر سکتے۔ اس لیے کہ قوموں کو اساتذہ نے ہی بنانا ہوتا ہے۔ اور جب تک اساتذہ اپنے کام اور پیشے کے بنیادی امور سے آگاہ نہیں ہوں گے اس وقت تک بچوں اور طلبہ کی بہتر طور پر تربیت نہیں کی جا سکتی ۔ خورشید محمود قصوری نے اینول اسمبلی 2017میں دعوت دینے پر چیئرمین MESڈاکٹر حسین محی الدین قادری کا شکریہ ادا کیا اور بچوں کی طرف سے پیش کیے گئے ملی نغموں اور رنگا رنگ ٹیبلو دیکھ کر خوشی اور مسرت کا اظہار کیا اور پیشکش کی کہ منہاج ایجوکیشن سوسائٹی کو ان کی خدمات کی جب بھی ضرورت پڑے گی وہ حاضر ہیں اور وہ آئندہ بھی MESکے پروگراموں میں آتے رہیں گے۔

منہاج ایجوکیشن سوسائٹی کوئی کاروباری آرگنائزیشن نہیں، اس کی اصل کمائی پاکستان کے وہ غریب طلبا و طالبات ہیں جو تعلیم سے آراستہ ہوکر باعزت زندگی گزارتے ہیں

سابق گورنر پنجاب چوھدری محمد سرور نے تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں نے بطور گورنر پنجاب بھی کام کیا ،پاکستان سے باہر بطور ممبر پارلیمنٹ برطانیہ بھی کام کیا اور دنیا کے نظام ہائے تعلیم کو بھی بغور دیکھا مگر مجھے اس بات کی خوشی ہو رہی ہے کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری اور ان کے صاحبزادے ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی سرپرستی میں ایک ایسا انوکھا اور بے مثال کام کیا جارہا ہے جس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ غیر تجارتی بنیادوں پر اتنا بڑا تعلیمی نیٹ ورک قائم کرنا اور اسے مستقل بنیادوں پر اعلیٰ معیار کو برقرار رکھتے ہوئے چلانا کوئی آسان کام نہیں اور یہ کام منہاج ایجوکیشن سوسائٹی بخوبی کر رہی ہے۔آج کے اس دہشت گردی کے دور میں امن کا درس دینا ،محبت کا سبق سکھانا اور لوگوں کو ایک دوسرے کا احترام سکھانا انسانیت کی وہ خدمت ہے جو شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خاصہ ہے۔

چیئرمین MES ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے معزز مہمانانِ گرامی،تحریک منہاج القرآن کے جملہ قائدین ،منہاج سکولز سسٹم کے جملہ شرکاء اور پروگرام میں شریک طلبہ کو خوش آمدید کہا۔اس کے بعد آپ نے MES Annual Assembly 2017 کے انعقاد پر MES کی پوری ٹیم کو مبارکباد دی۔اپنی گفتگو میں ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے اجزائے شعور پر روشنی ڈالی ۔آپ نے بتایا کہ

حیاتِ شعوری کے تین اجزا ہیں تفکر، تفقہ، تصوف۔ حیاتِ شعوری کی بقا ان تقاضوں کے پورے ہونے سے مشروط ہے،تفکر کا مطلب ہے کامل غور وفکر۔کسی معاملے کو اتنے غور وخوض کے ساتھ کرنا کہ عقلی نکتہ نظر سے اس میں کوئی کمی نہ رہ جائے۔تفقہ بھی غوروفکر کی ایک شکل ہے۔حدیث مبارک میں ہے کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کو تفقہ فی الدین عطا کر دیتا ہے۔حیات شعوری کا تیسرا جزوتصوف ہے، جو اسی مسئلہ کو جس کے بارے میں تفکر و تفقہ کیا جاچکا ہے باطنی طریق پر پرکھنے کی سعی ہے۔یہ ایک داخلی اپیل کا درجہ رکھتا ہے۔یہی تینوں اجزاء باہم مل کر شعوری حیات قائم رکھتے ہیں۔انہی اجزاء کی بنیاد پر انسان کی راہ عمل متعین ہوتی ہے۔اس کے نتیجہ میں تحرک پیدا ہوتا ہے۔تحرک عمل ہے ،اس کی سمت ان اجزا سے متعین ہوتی ہے۔عمل اس بات کی دلیل ہوتا ہے کہ مذکورہ اجزاء میں سے کسی کو کتنا روبہ مشق لایا گیا ہے۔

اس کے بعد ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے MES کے قیام کا مقصد بیان کرتے ہوئے وضاحت کی کہ ہمارا مقصد تعلیم کو ذریعہ تجارت بنانا ہرگز نہیں بلکہ ہم اس کو انسان سازی اور قوم سازی کے لیے ہتھیار تصور کرتے ہیں۔بہت سارے ایسے ادارے ہیں جو تعلیم کے نام پر تجارت کر رہے ہیں۔ان کے مقاصد کی فہرست میں ہی افراد سازی اور قوم سازی شامل ہی نہیں۔پاکستان کی پسماندگی کے پیچھے حکومتوں

کی تعلیم اور نظام تعلیم کی طرف عدم توجہی ہے۔ پاکستان دنیا کے ان چند ممالک میں ہے جن میں تعلیم کا بجٹ عالمی معیار کے مطابق نہیں ہے۔ اس پر ستم یہ کہ یہ واحد ملک ہے جو اس ملک کے حکمرانوں کی کوئی دلچسپی نہیں۔ محدود وسائل کے باوجود MES کے کام میں تسلسل اور پسماندہ طبقوں میں MES کی خدمات قابل داد ہیں۔MES کوئی بزنس آرگنائزیشن نہیں جو سالانہ کروڑوں روپے کا منافع کماتی ہے، بلکہ اس کی کمائی پاکستان کے وہ غریب طلبہ ہیں جو تعلیم سے آراستہ ہو کر کر عزت دارانہ زندگی گزار رہے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے منہاج سکول سسٹم کے نصاب پر بات کی کہ موجودہ دور میں کسی بھی نصاب کے دو لازمی فکری ستون ہونے چاہییں اور وہ ہیں اسلامیت اور پاکستانیت ہیں۔منہاج سکول سسٹم کا نصاب ان دونوں پہلوؤں پر بھر پور توجہ کئے ہوئے ہے ۔جبکہ ایم ای ایس کے نصاب میں نصابی ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے زیادہ زور انہی دو پر ہے۔شیخ الاسلام کی جد جہد کو بھی دو حصوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔آپ

ایم ای ایس اساتذہ کی پیشہ وارانہ تربیت کے ایک جامع پروگرام پر عمل پیرا ہے، ہر سال مختلف اضلاع میں سیکڑوں تربیتی کیمپ منعقد کیے جاتے ہیں

نے اولاً قوم کی اسلامیت پختہ کی اور اب پاکستانیت پر کام کر رہے ہیں ۔ایم ای ایس کا اسلامیات کا نصاب اسلامیت کے فروغ کا آئینہ دار ہے، یہ واحد سسٹم ہے جس میں قرآن مجید ترجمہ کے ساتھ بطور سبجیکٹ پڑھایا جا رہا ہے ۔

پروگرام کی ابتداء میں منہاج ایجوکیشن سوسائٹی کے مینجنگ ڈائریکٹر راشد حمید کلیامی نے استقبالیہ کلمات کہے اور تقریب میں آنے والے تمام مہمانوں کا ان کی آمد پہ شکریہ ادا کیا۔ ایم ڈی منہاج ایجوکیشن سوسائٹی نے سوسائٹی کے مقاصد ، اہداف اور کارکردگی پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اپنے مقاصد کے اعتبار سے ہمہ جہتی پلیٹ فارم ہے جو بیک وقت فروغ علم ، تربیت قوم، تربیت اساتذہ ، نصاب کی تشکیل اور غیر تجارتی بنیادوں پر ملک بھر کے پسماندہ علاقوں میں تعلیمی اداروں کے قیام کی جدوجہد میں مصروف عمل ہے۔ سوسائٹی نے ملک کے تمام صوبوں ، آزاد کشمیر بلتستان اور شمالی علاقہ جات میں ثانوی سطح کے 650 سے زائد سکولز قائم کیے ہیں۔ جہاں بچوں کو غیر تجارتی بنیادوں پر تعلیم کے مواقع فراہم کئے گئے ہیں۔ایم ای ایس کے تمام سکولز میں بچوں کی کردار سازی اور تربیت پر خاص زور دیا جاتا ہے اور انہیں امن، برداشت ،رواداری ،اعتدال پسندی ، دوسرں سے حسن سلوک اور پرامن بقائے باہمی کے فروغ کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ ایم ای ایس کے سکولز میں داخلہ بلا استثنائے رنگ ونسل صوبہ و زبان اور مسلک و مذہب ہوتا ہے۔ یہاں قائداعظم اور علامہ اقبال اور مشاہیر پاکستان کے نظریۂ زندگی کی تعلیم دی جاتی ہے اور نبی اکرم ﷺ کی قابل تقلید سیرۃ مطہرہ سے خوشہ چینی کرتے ہوئے اتحادو اتفاق ، احترام انسانیت ، خدمت قوم اور قوموں کی برادری میں عظمت و ترقی کی تعلیمات عام کی جاتی ہیں۔

راشد حمید کلیامی نے مزید کہا کہ ایم ای ایس اساتذہ کی پیشہ وارانہ تربیت کے ایک جامع پروگرام پہ عمل پیرا ہے اور ہر سال ملک کے مختلف اضلاع میں اساتذہ کے لئے تدریسی تربیت کے سینکڑوں کیمپ منعقد کرتی ہے۔ جہاں ملک کے معروف تعلیمی اداروں سے وابستہ ٹرینرز اساتذہ کو موثر طریقہ ہائے تدریس پر عملی سرگرمی سے اساتذہ کو گزارتے ہیں ۔ایم ای ایس نے 140 کتب پر مشتمل اپنا نصاب تعلیم تشکیل دیا ہے جو ملک بھر کے علاوہ جنوبی افریقہ اور یورپ کے چنیدہ سکولز میں پڑھایا جا رہا ہے۔ راشد کلیامی نے موجودہ حکومت کی طرف سے سکولوں کے قومی نصاب میں تبدیلیوں کو ہدف تنقید بنایا جس میں نصاب سے اسلام ،پاکستان اور مشاہیر پاکستان سے متعلق اسباق کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ قوموں کی سالمیت اور ملکوں کا استحکام ٹینکوں توپوں ،جنگی جہازوں ،میزائلوں یا دولت و ثروت کا انبار جمع کرنے یا سیاسی جلسے اور ریلیاں کرنے سے نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ تعلیم ہی ہے جو قوموں کو متحد، مستحکم اور دنیا کے چیلنجیز کا مقابلہ کرنے کے قابل بناتی ہے ۔ انہوں نے حاضرین اور بالخصوص طلباء و طالبات پہ زور دیا کہ وہ علم کو ہمیشہ اپنا زاد راہ

بنائیں اور پاکستان کے ساتھ ہمیشہ مخلص رہیں اسلئے کہ یہ وطن اہل وطن کے لئے قدرت کا ایک انمول تحفہ اور انعام ہے۔

تقریب کا باقاعدہ آغاز اللہ تعالیٰ کے کلام مجید کی مقدس آیات کی تلاوت کے ساتھ کیا گیا۔ منہاج انسٹیوٹ آف قرات اینڈ تحفیظ القرآن کے طالبعلم ثاقب امین نے سورۃ رحمٰن کی ابتدائی سورتوں کی تلاوت پیش کی۔ اس کے بعد منہاج ایجوکیشن سوسائٹی کے عہدیداران نے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ عقیدت پیش کیا اور پوری امت مسلمہ کی طرف سے اعتراف حقیقت اور استغاثہ پیش کیا۔ اس کے بعد منہاج ماڈل سکول چک پیرانہ تحصیل کھاریاں کے طالبعلم نے کلام اقبال پیش کیا۔ خوبصورت کلام اقبال کے بعد منہاج ماڈل سکول نیو جھنگ دینہ سے آئے ہوئے طلباو طالبات کے ایک گروپ نے ایک خوبصورت اور دل موہ لینے والا ٹیبلو پیش کیا۔ اس ٹیبلو نے حاضرین سے بے پناہ داد وصول کی۔ ٹیبلو کے بعد منہاج ماڈل سکول ماموں کانجن ضلع فیصل آباد کے طلباء و طالبات نے ایک خوبصورت ملی نغمہ پیش کیا۔ بچوں کے رنگ برنگے لباس اور ان کی ادائیگی اور نغمے پر خوبصورت پرفارمنس نے حاضرین کے دل جیت لیے ۔ منہاج ماڈل سکول مانگا منڈی کے طلباء و طالبات نے اتنا دلکش اور دل موہ لینے والا ملی نغمہ پیش کیا۔ طلبہ نے اتنی عمدگی کے ساتھ یہ ٹیبلو پیش کیا کہ ہال میں بیٹھے تمام حاضرین نے اپنی نشستوں سے اٹھ کہ ان کو داد و تحسین سے نوازا۔ لارل ہوم سکول سیالکوٹ کے طلباء و طالبات کے ایک گروپ نے ہال میں رنگا رنگ ٹیبلو پیش کیا۔ یہ ٹیبلو معروف ملی نغمہ شکریہ پاکستان پر تیار کیا گیا تھا۔ یہ ٹیبلو بھی اثر پذیری اور لوگوں کے دل جیتنے کیلئے انتہائی دلکش تھا۔

اس ملی نغمہ کے بعد تقریب میں ایک خاکہ پیش کیا گیا ۔خاکے کا عنوان تھا ،، نثار میں تیری گلیوں کے،، اس خاکہ میں لاہور میں سانحہ ماڈل ٹاؤن کی منظرکشی کی گئی تھی اور طلبہ و طالبات کے ایک گروپ نے اس سارے اندوہناک واقعے کی منظرکشی کی جس میں پولیس نے ماڈل ٹاؤن میں ڈاکٹر طاہر القادری کی رہائش گاہ کے سامنے نہتے معصوم اور بے گناہ 14 افراد کو بلاوجہ اور بے قصور خون میں نہلا دیا اور ایک سو سے زائد افراد کو شدید زخمی کر دیا۔ جس وقت یہ خاکہ سٹیج پر پیش کیا جارہا تھا تو تمام حاضرین کی آنکھوں سے آنسو برسات کی طرح رواں تھے۔ خاکے کو ایسے سحر انگیز انداز میں پیش کیا گیا کہ ہال میں سے کوئی شخص بھی اس کی عمدگی کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ معزز مہمانان گرامی اور چیئر مین ایم ای ایس نے بھی اس خاکے کا گہرا اثر لیتے ہوئے اسے تیار کرنے والوں کو خصوصی تحسین سے نوازا۔

خاکے کے بعد منہاج ماڈل سکول نشاط کالونی لاہور کے طلبا نے رنگا رنگ لباس پہنے ہوئے صوفیانہ کلام اور اس کے ساتھ رقص درویش پیش کیا۔ یہ رقص ترکی میں مولانا جلال الدین رومی کے مزار پر کئے جانے والے رقص کے نام سے مشہور ہے۔ اور اس وقت پوری دنیا میں اسے محبت وعقیدت کے ساتھ دیکھا اور سنا جاتا ہے۔ اس کلام پر طلبہ کی پرفارمنس اتنی عمدہ تھی کہ پورا ہال تالیوں سے گونج اٹھا اور منہاج ایجوکیشن سوسائٹی کے چیئر مین نے طلبہ، سکول کی پرنسپل اور پرفارمنس تیار کرانے والے اساتذہ کو خصوصی شاباش دی اور ان کے ساتھ خصوصی طور پر ایک گروپ فوٹو بنوایا۔ رنگ و نور اور فکر و نظریہ کے ساتھ بھری ہوئی خوبصورت تقریب جس میں وطن کے ساتھ محبت ، دین کے ساتھ عقیدت اچھے نظریات کی پرورش اور مقاصد کی لگن کو جگانے کے جذبے شامل تھے اپنے اختتام کو پہنچی۔ تقریب کے اختتام پر سب لوگ قومی ترانے کے احترام میں کھڑے ہوئے، قومی ترانے کی خوبصورت دھنیں فضا میں بکھریں اور دعا کے ساتھ اس تقریب کا اختتام ہوا۔

منہاج ایجوکیشن سوسائٹی پاکستان کے زیر اہتمام پاکستان بھر سے طلباء وطالبات کو فرید ملت سکالر شپ اور حسن کارکردگی پر ایوارڈ دیئے گئے ۔ فرید ملت سکالر شپ کی پانچ کیٹگریز کلاس

MES نے 140 کتب پر مشتمل نصاب تعلیم تشکیل دیا ہے جو ملک بھر کے ساتھ ساتھ یورپ وجنوبی افریقہ کے منتخب سکولوں میں پڑھایا جارہا ہے

منہاج ماڈل سکول نشاط کالونی لاہور کے طلباء نے رقص درویش پیش کر کے زبردست داد وصول کی، یہ صوفیانہ رقص مولانا جلال الدین رومیؒ کے مزار پر پیش کیا جاتا ہے

چہارم ،پنجم، ششم ،ہفتم اور ہشتم کلاس کے 100 ہونہار طلباو طالبات میں لاکھوں روپے کے سکالر شپ تقسیم کیے گئے۔کسی بھی پرائیویٹ گروپ آف سکولز کی طرف سے اپنے طلباء طالبات کو دیئے جانے والے یہ اپنی طرز کے واحد سکالرشپ ایوارڈز ہیں۔

سب سے پہلے کلاس چہارم میں مناہل ندیم، فیضان علی تاج اورصدف سلطان سمیت 18 بچوں کو بھی سکالرشپ دیئے گئے۔

دوسری کیٹیگری میں پنجم کلاس میں احمد رضا ، ثناء بشارت ، حبیبہ کوثر ، ارقام الحسن اور کاشف جاوید سمیت 22 بچوں کو سکالر شپ دیئے گئے۔

تیسری کیٹگری میں ششم کلاس کے محمد اکرم حیدر، مکرمہ نسیم ، ماہ نور اورعلیشہ سلیم سمیت 19 طلباء طالبات کو سکالرشپ سے نوازا گیا۔

چوتھی کیٹیگری میں ہفتم کلاس کی عمارہ عمر، ماہ نور ، اریب شاہد اور عالیشہ رزاق سمیت 20 بچوں کو بھی سکالر شپ سے نوازا گیا۔

پانچویں کیٹگری میں ہشتم کلاس کی مہوش طارق، آمنہ قراۃ العین اور محمد احمد ندیم سمیت 17 طلباء طالبات کو سکالر شپ دیئے گئے۔

منہاج ایجوکیشن سوسائٹی کے زیر اہتمام پورے ملک سے ایم ای ایس کے زیر انتظام چلنے والے 650 سے زائد سکولوں میں سے بہترین سکولز،بہترین پرنسپلز اوبہترین ٹیچرز ایوارڈز تقسیم کیے گئے۔ یہ ایوارڈز ایک کڑے معیار اور میرٹ کو مدنظر رکھ کر دیئے گئے۔منہاج ایجوکیشن سوسائٹی کی ایوارڈز سلیکشن کمیٹی نے ان ایوارڈز کو خالصتا میرٹ کی بنیاد پر ترتیب دیا، جس میں سکولز کی گزشتہ سالوں کی کارکردگی، نتائج، پرنسپلز کی کارکردگی اور انتظامی نظم ونسق چلانے کا تجربہ، تعلیمی قابلیت، اساتذہ کی تعلیمی قابلیت اور تجربہ کو مدنظر رکھا گیا۔ ایوارڈز وصول کرنے والے سکولز، پرنسپلز اور اساتذہ کرام جو مختلف زونز سے تشریف لائے تھے جن میں پنجاب،خیبر پختون خواہ، سندھ اور آزادکشمیرشامل تھے ان کی تفصیل درج ذیل ہیں:

آزادکشمیر زون میں بہترین سکول منہاج ماڈل سکول ناڑ ضلع کوٹلی ،بہترین میل پرنسپل حافظ احسان الحق منہاج ماڈل سکول میر پور آزادکشمیر، بہترین فیمیل پرنسپل مس انم مشتاق منہاج ماڈل سکول پڑیکا نیلم آزادکشمیر، بہترین میل ٹیچر محمد ساجد سراج قادری منہاج ماڈل سکول خادم آباد ڈڈیال آزادکشمیر ، بہترین فی میل ٹیچر جویریہ صدیق منہاج ماڈل سکول عباس پور آزادکشمیرقرار پائے۔

راولپنڈی/ اٹک زون میں بہترین سکول منہاج ماڈل سکول بارہزئی اٹک ، بہترین میل پرنسپل چوہدری انجم فرید منہاج ماڈل سکول بہارہ کہو اسلام آباد، بہترین فی میل پرنسپل نگینہ کوثر منہاج ماڈل سکول باہتر اٹک ، بہترین میل ٹیچر راشد اشرف منہاج ماڈل سکول حسن ابدال،بہترین فی میل ٹیچر مس نائلہ منہاج ماڈل سکول جلالیہ غورغشتی اٹک قرار پائے۔

گوجرانوالہ زون میں بہترین سکول منہاج ماڈل سکول دھنی تحصیل کھاریاں ضلع گجرات ، بہترین میل پرنسپل محمد اسلم چٹھہ منہاج ماڈل سکو ل علی پور چٹھہ،بہترین فی میل پرنسپل صغریٰ خالد منہاج ماڈل سکول بھاگوال کلاں بہترین میل ٹیچر محمد رفیق منہاج ماڈل سکول چک پیرانہ، بہترین فی میل ٹیچر شکیلہ ارم منہاج ماڈل سکول احمد نگر گوجرانوالہ قرار پائے۔

جہلم زون میں بہترین سکول منہاج ماڈل سکول کالا گجراں ، بہترین میل پرنسپل مبشر حسن منہاج ماڈل سکول نیو جھنگ دینہ، بہترین فی میل پرنسپل فردوس امین منہاج ماڈل سکول ناٹہ گجرمل، بہترین ٹیچر میل خرم شہزاد منہاج ماڈل سکول ساگری دینہ جہلم، بہترین فی میل ٹیچر رباب مہوش منہاج ماڈل سکول جادہ، جہلم قرار پائے۔

لاہور زون میں بہترین سکول منہاج ماڈل سکول بھوپال والا سیالکوٹ، بہترین میل پرنسپل قاری ظفر اقبال منہاج ماڈل

سکول بدر کالونی بادامی باغ لاہور، بہترین فی میل پرنسپل شہلہ رضا منہاج ماڈل سکول نشاط کالونی لاہور، بہترین میل ٹیچر جنید عباس منہاج ماڈل سکول مانگا منڈی، بہترین فی میل ٹیچر ارم نذیر منہاج ماڈل سکول بھوپال والا قرار پائے۔

فیصل آباد زون میں بہترین سکول منہاج ماڈل سکول غوثیہ ٹاؤن فیصل آباد، بہترین میل پرنسپل احسن ریاض منہاج ماڈل سکول مرید والا فیصل آباد، بہترین فی میل پرنسپل فرحت سلطانہ منہاج ماڈل سکول گرلز گلفشاں کالونی فیصل آباد، بہترین میل ٹیچر محمد سرور منہاج ماڈل سکول ماموں کانجن، محمد آصف انجم منہاج ماڈل سکول منڈیالہ، بہترین فی میل ٹیچر فرخندہ ناہید منہاج ماڈل سکول کمالیہ، آسیہ تسنیم منہاج ماڈل سکول سانگلہ ہل قرار پائے۔

سرگودھا زون میں بہترین سکول منہاج ماڈل سکول چک بھون، بہترین میل پرنسپل آصف محمود، بہترین فی میل پرنسپل حلیمہ سعدیہ، بہترین میل ٹیچر غلام محی الدین، بہترین فی میل ٹیچر میمونہ بتول قرار پائے۔

ساؤتھ پنجاب میں بہترین سکول نیسٹ انگلش سکول، بہترین میل پرنسپل محمد پہلوان ظفر، بہترین فی میل پرنسپل مریم سہیل، بہترین میل ٹیچر راشد محمود، بہترین فی میل ٹیچر عظمی اشرف قرار پائے۔

ملک کے مختلف زونز میں اسسٹنٹ ڈائریکٹر ایجوکشن تعینات کیے گئے ہیں جو ان سکولوں کی کارکردگی کو جانچتے ہیں۔ ان کو بھی میرٹ کی بنیاد پر ایوارڈ تقسیم کیے گئے۔ جن میں خادم حسین طاہر گوجرانوالہ زون پہلی، فرید حسن آزاد کشمیر زون دوسری اور محمد عارف شہزاد فیصل آباد زون تیسری پوزیشن پر آئے۔

لائف ٹائم اچیومنٹ ایوارڈز ان مرحومین کے لواحقین کو دیئے گئے جن کی سکولز ڈویلپمنٹ میں بہترین خدمات ہیں۔ ان میں سابق پرنسپل افتخار احمد مرحوم منہاج ماڈل سکول ونی گجرات، ڈونر افتخار احمد بٹ مرحوم منہاج ماڈل سکول پسرور، سابق پرنسپل اسحاق عابد مرحوم منہاج ماڈل سکول برہ زئی اٹک، ملک اسماعیل علوی مرحوم صدر منہاج ایجوکیشن کونسل، منہاج ماڈل سکول بہارہ کہو اسلام آباد۔

❁❁❁❁❁

15 سال سے عازمین عمرہ کی خدمت میں کوشاں

کاروان کوثر

1439 ہجری
کی بکنگ جاری ہے

عمرہ کے سستے ترین پیکجز کے لئے رابطہ فرمائیں
تمام ائیر لائنز کی ٹکٹ دستیاب ہیں

☆عمرہ گروپ کی تشکیل ☆بہترین رہنمائی و خدمت
☆ائیر کنڈیشنڈ رہائش ☆معیاری ٹرانسپورٹ

محمد کوثر اعوان
0333 5124026
0307 0050063

مختلف علاقہ جات سے نمائندگان کی ضرورت ہے خواہش مند حضرات رابطہ فرمائیں

آفس D-21 سیکنڈ فلور کشمیر گیٹ پلازہ بینظیر ہسپتال مری روڈ راولپنڈی
Www.Karwanekausar.com FB/karwanekausar.com
KKRawalpindi@gmail.com Tel:051-4906531

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا ناروے میں برٹش مسلم یوتھ سے خطاب

الہدایہ کیمپ

مسلم یوتھ کو انتہاپسندی سے بچانے کا عالمگیر تربیتی پروگرام

دہشتگردوں نے فساد فی الارض کیلئے بیانیہ دیا، متبادل بیانیہ بھی ناگزیر تھا

خصوصی رپورٹ
حیات الامیر خان

تحریک منہاج القرآن انٹرنیشنل کے زیر اہتمام ناروے، یورپ میں دہشت گردی، انتہا پسندی کے خاتمے اور امن کے فروغ کے حوالے سے اپنی نوعیت کا پہلا الہدایہ کیمپ اگست 2017ء میں منعقد ہوا۔اس الہدایہ کیمپ میں یورپ کے 11 ممالک میں سے 450 سے زائد برٹش مسلم، نوجوان شریک ہوئے۔ اوپننگ سیشن کے موقع پر منہاج سسٹرز لیگ کی منیبہ احمد نے خصوصی خطاب کیا۔انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ ہر وہ شخص جہاں وہ رہ رہا ہے اسے گھر جیسے ماحول سے ہم آہنگ کرنا اس کی معاشرتی ذمہ داری ہے اور ہمیں اپنی مسلم شناخت کے حوالے سے کسی قسم کی مصلحت کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔منہاج یوتھ لیگ ناروے اینڈ یورپ کے صدر اور یورپین الہدایہ کمیٹی کے سربراہ اویس اعجاز احمد نے بھی خطاب کیا اور یورپ کے 11 ممالک میں سے کیمپ میں شریک ہونے والے برٹش مسلم یوتھ کو خوش آمدید کہا اور ان کی اس شمولیت پر مسرت کا اظہار کیا۔ انہوں نے اس موقع پر الہدایہ کیمپ کے انعقاد میں حصہ لینے والے تمام ذمہ داران کو بھی کامیاب کیمپ کے انعقاد پر مبارکباد دی۔شرکائے کیمپ سے ظلِ حسین نے بھی خطاب کیا اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی طرف سے خصوصی وقت دینے پر ان کا شکریہ ادا کیا۔انہوں نے منہاج القرآن انٹرنیشنل ناروے، منہاج یوتھ لیگ کی کاوشوں کو بھی سراہا۔

الہدایہ کیمپ نے اعلیٰ انتظامات کے باعث کامیابی سے تکمیل کا سفر کیا۔ایک دن میں سات سات مشاورتی کیمپ بھی ہوئے جن کے موضوعات مسلم یوتھ اور دنیا کو درپیش مسائل تھے

اپنے پہلے لیکچر کے موقع پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے منہاج یوتھ لیگ ایگزیکٹو اور الہدایہ کمیٹی کی شاندار کارکردگی اور کیمپ کو آرگنائز کرنے پر جملہ عہدیداران، ممبران کو شاباش دی۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے تصوف ،روحانیات کے موضوع پر تفصیلی بات چیت کی۔ انہوں نے اپنی تصوف کے موضوع پر عربی میں لکھی جانے والی ان کتب کے مندرجات کو بھی گفتگو کا حصہ بنایا جو قلب کی صفائی سے متعلق ہیں اور ابھی شائع نہیں ہوئیں۔ انہوں نے اپنے لیکچر میں بتایا کہ اچھے کام دل کی صفائی اور اسے روشن کرنے میں معاون ہوتے ہیں۔قرآن پاک کی تلاوت، بکثرت درود شریف کا ورد، انسانیت کی خدمت، احسان، بڑوں کا احترام،

الہدایہ کیمپ میں ناروے حکومت کے وفاقی اور علاقائی سرکاری حکام ،ریسرچ سکالرز اور قومی میڈیا ہاؤس کے نمائندگان نے بھرپور شرکت کی

اچھے اخلاق کا مظاہرہ دل کی سختی کو دور کرتا ہے۔عبادات اور اعلیٰ اخلاقی انسانی اقدار دل کی صفائی اور بحالی میں کلیدی کردار کی حامل ہیں۔ دل کی موت ہی زندگی کی موت ہے۔ دل اللہ سے رابطے کا ذریعہ ہے، اس دل میں اللہ نہیں آتا جو اس کی یاد سے غافل ہو، جس دل میں اللہ سما جائے وہاں کوئی برائی جگہ نہیں پا سکتی۔شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اس سہ روزہ کیمپ سے تفصیلی خطابات کئے۔

عبادات اور اعلیٰ اخلاقی انسانی اقدار دل کی صفائی اور بحالی میں کلیدی کردار کی حامل ہیں۔جس دل میں اللہ سما جائے وہاں کوئی برائی جگہ نہیں پاسکتی

امن ،محبت اور بین المذاہب ہم آہنگی اور مکالمہ کے پیغام اور عنوان سے منعقدہ اس کیمپ کو برٹش مسلم یوتھ، سول سوسائٹی میں بے حد پذیرائی ملی اور شرکاء کی طرف سے اس خواہش کا اظہار کیا گیا کہ ایسے تربیتی کیمپ باقاعدگی سے منعقد ہونے چاہئیں تا کہ نئی نسل فتنہ خوارج اور دہشت گردی کی فکر کو پروان چڑھانے والے امن کے دشمنوں کے مذموم عزائم سے آگاہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے تدارک اور سدباب کیلئے فکری ونظریاتی سطح پر اپنا اسلامی، ملی، بین الاقوامی کردار ادا کرسکیں۔

الہدایہ کیمپ ناروے کے پہلے سیشن میں ناروے حکومت کے وفاقی اور علاقائی سرکاری حکام ،ریسرچ سکالرز اور قومی میڈیا ہاؤس کے نمائندگان نے بھرپور شرکت کی۔ الہدایہ کیمپ کی خاص بات یہ ہے کہ ناروے کے امیگریشن کے وزیر اور کاؤنٹی میئر اور پاکستان کے سفیر نے بھی اس کیمپ میں شرکت کی۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اپنے لیکچر میں اس بات پر زور دیا کہ دہشتگردوں نے قتل و غارت گری اور فسادات پھیلانے کے حوالے سے ایک بیانیہ دے رکھا ہے اور یہ بات انتہائی ضروری ہے کہ اس کا متبادل بیانیہ امت مسلمہ اور پوری دنیا کے سامنے لایا جائے اور حضرت محمد ﷺ کا جو اصل پیغام ہے اسے دہرایا جائے۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے بین المذاہب ہم آہنگی کیلئے 63 نکات پر مشتمل تاریخ عالم کا ایک پہلا آئین مرتب کیا جس میں تمام مذاہب کے ماننے والوں کو ایک کمیونٹی قرار دیا گیا۔ ان کے جان و مال کے تحفظ کے ساتھ ساتھ ان کے عقائد، رسوم و رواج کی بجا آوری میں انہیں مکمل آزادی دی گئی اور حقوق و فرائض کا ایک چارٹر مرتب کیا گیا اور مدینہ کو امن کی زمین قرار دیا گیا۔ بلا شبہ یہ دنیا کا پہلا آئین اور خطہ تھا جو ہر قسم کے تعصّبات اور دہشت گردی سے پاک تھا۔اسلام واحد دین ہے جس نے دشمنی کی بجائے مل جل کر رہنے کا تصور دیا، دہشتگردی کی نفی کی، انسانی جان کو مقدس قرار دیا۔ آج دہشتگردی نے انسانی معاشروں کو پراگندہ کر دیا، اس کے خلاف مل کر جدوجہد کرنا گلوبل ورلڈ کے ہر فرد کی مشترکہ ذمہ داری ہے اور متبادل بیانیہ کی تیاری اور اس پر عمل گلوبل ورلڈ کے ہر امن پسند شہری پر لازم ہے۔

امن ،محبت اور بین المذاہب ہم آہنگی اور مکالمہ کے پیغام اور عنوان سے منعقدہ اس کیمپ کو برٹش مسلم یوتھ،سول سوسائٹی میں بے حد پذیرائی ملی

منتظمین کی طرف سے الہدایہ کیمپ کی غرض و غایت بتاتے ہوئے کہا گیا کہ اس کا بنیادی مقصد یوتھ کو تبادلہ خیال کیلئے جمع کرنا ہے تا کہ مختلف ممالک میں رہنے والے اپنے اپنے تجربات ایک دوسرے سے شیئر کر سکیں، سیکھ سکیں اور دہشتگردی سے بچنے کیلئے متفقہ حکمت عملی پر غور کر سکیں۔

الہدایہ کیمپ نے اعلیٰ انتظامات کے باعث کامیابی سے تکمیل کا سفر کیا۔ ایک دن میں سات سات مشاورتی کیمپ بھی ہوئے جن کے موضوعات مسلم یوتھ اور دنیا کو درپیش مسائل تھے۔ انتہا پسندی کو کاؤنٹر کرنے کیلئے مختلف موضوعات پر تبادلہ خیال کیا گیا۔ مدینۃ العلم سٹی نالج کیمپ میں خاص توجہ کا حامل تھا۔

❁❁❁❁❁

عوامی تحریک کے انٹرا پارٹی انتخابات

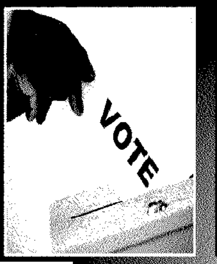

قاضی زاہد حسین مرکزی صدر، خرم نواز گنڈا پور سیکرٹری جنرل منتخب

بشارت جسپال سنٹرل پنجاب، فیاض وڑائچ جنوبی پنجاب

بریگیڈیئر (ر) محمد مشتاق شمالی پنجاب کے صدر منتخب

رپورٹ
عبدالحفیظ چوہدری

”عوامی تحریک نے انتخابی اصلاحات، دہشت گردی اور کرپشن کے خاتمے کے لیے قربانیاں دیں“

پاکستان عوامی تحریک کے انٹرا پارٹی الیکشن 17 ستمبر 2017ء کو مرکزی سیکرٹریٹ لاہور میں منعقد ہوئے۔ الیکٹورل کالج نے مرکزی صدر/ سیکرٹری جنرل، صوبائی صدور اور جنرل سیکرٹریز کا خفیہ رائے شماری کے ذریعے انتخاب کیا۔ پاکستان عوامی تحریک کے مرکزی صدر کے لیے قاضی زاہد حسین منتخب ہوئے جن کا تعلق صوبہ سندھ سے ہے انکا مقابلہ چوہدری محمد شریف نے کیا جن کا تعلق پنجاب لاہور سے تھا۔ اسی طرح مرکزی سیکرٹری جنرل کے لیے خرم نواز گنڈا پور منتخب ہوئے جنکا تعلق خیبر پختونخواہ سے ہے، ان کے مقابلہ میں شفاقت مغل تھے۔ پاکستان عوامی تحریک کے سربراہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے منتخب عہدیداروں کو مبارکباد دی۔

عوامی تحریک کی مرکزی اور صوبائی عہدیداروں کو پارٹی آئین کے مطابق 4 سال کے لیے منتخب کیا گیا ہے۔ سندھ، بلوچستان اور خیبر پختونخواہ کے صوبائی انتخابات رواں ماہ کے آخری ہفتہ میں منعقد ہوں گے۔

انتخابات بیلٹ کے ذریعے ہوئے تمام ووٹرز کی بیلٹ پیپرز پر تصاویر تھیں اور ووٹ کے استعمال کا حق شناختی کارڈ دکھانے سے مشروط تھا۔ انتخابی عمل کا آغاز 18 اگست 2017ء سے ہوا۔ پاکستان عوامی تحریک کے سربراہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے پرنسپل سیکرٹری جی ایم ملک نے سربراہ عوامی تحریک کے ایماء پر تنظیمی مدت کی تکمیل پر نوٹیفکیشن نمبر: SG/PAT/112 کے تحت الیکشن کمیشن کا اعلان کیا۔

چیف الیکشن کمشنر رانا فیاض احمد خان، سیکرٹری غلام مرتضی علوی کو مقرر کیا گیا جبکہ ممبران میں سید امجد علی شاہ، سید الطاف حسین شاہ، جواد حامد، نعیم الدین چوہدری ایڈووکیٹ تھے۔ الیکشن کمیشن کو ایک ہفتہ کے اندر الیکشن کا شیڈول مرتب کرنے کا مینڈیٹ دیا گیا۔

23 اگست کو عوامی تحریک کے مجوزہ دستور کی سربراہ عوامی تحریک نے عبوری منظوری دی اور طے کیا گیا کہ پاکستان عوامی تحریک کی فیڈرل کونسل کے آئندہ اجلاس میں دستور پیش کر کے حسب ضابطہ فیڈرل کونسل سے منظوری حاصل کی جائے گی۔ 28 اگست کو سیکرٹری کوارڈینیشن نے الیکٹورل کالج کے حوالے سے باضابطہ طور پر بذریعہ نوٹیفکیشن آگاہ کیا۔ الیکشن شیڈول کے اعلان سے قبل تمام تنظیمی تحلیل کی گئیں اور عبوری مرکزی صدر بریگیڈیئر (ر) محمد اقبال کو مقرر کیا گیا۔ پارٹی کے الیکشن کمیشن نے نوٹیفکیشن نمبر EC/PAT/02/17 کے تحت انتخابی شیڈول کا اعلان کیا۔

شیڈول کے مطابق کاغذات نامزدگی کا اجراء 7 ستمبر 2017 کو کیا گیا، کاغذات نامزدگی جمع کروانے کی آخری تاریخ 11 ستمبر 2017 مقرر کی گئی۔ کاغذات کی جانچ پڑتال 12 ستمبر 2017 کو مقرر کی گئی۔ اعتراضات جمع کروانے کی آخری تاریخ 13 ستمبر 2017 تھی۔ حتمی لسٹ کے اجراء اور

کاغذات کی واپسی کی تاریخ 14 ستمبر 2017ء مقرر کی گئی۔ پولنگ کی تاریخ 17 ستمبر 2017ء مقرر کی گئی۔ پارٹی کے الیکشن کمیشن نے بذریعہ نوٹیفکیشن واضح کیا کہ پہلے مرحلہ میں انتخابات صرف مرکزی اور چاروں صوبائی صدور وسیکرٹری جنرل کا کیا جائے گا۔ مرکزی صدر/سیکرٹری جنرل اور صوبائی صدور و جنرل سیکرٹریز پنجاب کے لیے 17 ستمبر کی تاریخ مقرر کی گئی۔ الیکشن کمیشن نے آگاہ کیا کہ دیگر صوبہ جات کے صدور وجنرل سیکرٹریز کے انتخابات متعلقہ صوبوں میں 23 اور 24 ستمبر کو منعقد ہوں گے۔ ان کو شیڈول الگ جاری کیا جائے گا۔ نامزدگی فارم پاکستان عوامی تحریک کی مرکزی ویب سائٹ www.pat.com.pk پر 7 ستمبر کو شائع کر دیا گیا۔ نامزدگی فارم الیکشن کمیشن آفس سے بھی حاصل کرنے کی سہولت دی گئی۔

الحمد للہ شیڈول کے مطابق انتخابی عمل پایہ تکمیل کو پہنچا۔ ووٹرز نے پر امن ماحول میں اپنے اپنے امیدواران کو ووٹ ڈالے اور یہ سارا عمل میڈیا کے سامنے انعقاد پذیر ہوا۔ ووٹرز نے آزادانہ ماحول میں اپنی اپنی پسند کے امیدواران کو ووٹ دیئے۔ ووٹنگ کا عمل مکمل ہونے کے بعد انتخابی نتائج کا باضابطہ اعلان کیا گیا جس کے مطابق سندھ سے تعلق رکھنے والے انتہائی قابل، مخلص اور قائدعوام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی فکر سے قلبی لگاؤ رکھنے والے قاضی محمد زاہد حسین مرکزی صدر اور کے پی کے سے تعلق رکھنے والے خرم نواز گنڈا پور سیکرٹری جنرل منتخب ہو گئے۔ بشارت جسپال سنٹرل پنجاب، فیاض وڑائچ جنوبی پنجاب، بریگیڈیئر (ر) محمد مشتاق شمالی پنجاب کے صدر منتخب ہوئے جبکہ ریحان مقبول سنٹرل پنجاب، سیف اللہ سدوزئی جنوبی پنجاب، محمود احمد حسنین شمالی پنجاب کے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔

مرکزی صدر کے لیے چوہدری محمد شریف امیدوار تھے۔ انہوں نے کھلے دل کے ساتھ انتخابی نتائج کو تسلیم کیا اور نومنتخب مرکزی صدر قاضی زاہد حسین کو مبارکباد دی۔ سنٹرل پنجاب کی صدارت کے لیے حبیب اللہ بٹ، جنوبی پنجاب کی صدارت کے لیے نشاط باجوہ ایڈووکیٹ، شمالی پنجاب کی صدارت کے لیے میر واعظ ترین امیدوار تھے جبکہ سنٹرل پنجاب کے لیے جنرل سیکرٹری کے امیدواروں میں عارف چوہدری، اللہ رکھا قادری، میاں محمد رزاق شامل تھے۔ جنوبی پنجاب جنرل سیکرٹری کے لیے اللہ رکھا اور شمالی پنجاب جنرل سیکرٹری کے امیدوار قاضی محمد شفیق تھے۔ جملہ امیدواران نے جیتنے والے امیدواران کو مبارکباد دی اور نیک خواہشات کا اظہار کیا اور اس امید کا اظہار کیا کہ نئی منتخب باڈی وطن عزیز میں قائدعوام کی فکر کے مطابق انقلاب برپا کرنے کے حوالے سے دن رات کوشاں رہے گی۔

پاکستان عوامی تحریک کے سربراہ ڈاکٹر طاہر القادری نے فیڈرل کونسل کے اجلاس سے خطاب کیا اور نومنتخب عہدیداروں کو مبارکباد دی۔ فیڈرل کونسل کے اجلاس میں پاکستان عوامی تحریک کے آئین میں ترامیم کی منظوری بھی دی گئی اور آئین پرنظر ثانی کمیٹی کے ممبران خرم نواز گنڈا پور، انوار اختر ایڈووکیٹ، نور اللہ صدیقی، ساجد محمود بھٹی، اشتیاق چوہدری ایڈوکیٹ، قاضی فیض الاسلام اور ریویوممبر جواد حامد کو خوش اسلوبی سے نظر ثانی پر مبارکباد دی۔

ڈاکٹر طاہر القادری نے فیڈرل کونسل کے اجلاس اور نومنتخب عہدیداروں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عوامی تحریک سٹیٹس کو کی جماعت نہیں، ہماری منزل انقلاب ہے، ایک ایسا انقلاب جس میں عام آدمی کو تعلیم، صحت، روزگار، تحفظ اور انصاف میسر ہو اور کوئی طاقتور اپنی دولت اور اختیار کے نشے میں کسی کمزور کی جان نہ لے سکے۔ عوامی تحریک نے اپنے 36 سالہ سفر میں بالادست اور استحصالی قوتوں کے خلاف جدوجہد کی اور سانحہ ماڈل ٹاؤن جیسے واقعات کا سامنا کیا، حکومتی جبر وتشدد عوامی تحریک کے غیور کارکنوں کے عزم کو کمزور نہ کر سکا۔ عوامی تحریک کے جانثار کارکنان نے ہر موقع پر اسلام اور پاکستان کیلئے بے مثال قربانیاں دیں، قربانیوں کا یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ عوامی تحریک انتخابی اصلاحات، دہشتگردی اور کرپشن کے خاتمے کیلئے قانونی، سیاسی اور عوامی سطح پر جدوجہد جاری رکھے گی۔

اجلاس میں 4 قرار دادیں منظور کی گئیں:

ا۔ پہلی قرار داد سانحہ ماڈل ٹاؤن کے حوالے سے تھی جس میں کہا گیا ''پاکستان عوامی تحریک کی فیڈرل کونسل کا آج کا اجلاس شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کو انصاف نہ ملنے پر

تشویش کا اظہار کرتا ہے اور سانحہ کی واحد جوڈیشل انکوائری رپورٹ پبلک کیے جانے کا مطالبہ کرتا ہے اور عدالت عالیہ سے استدعا کرتا ہے کہ جسٹس باقر نجفی کمیشن کی رپورٹ کو پبلک کیا جائے اور اسے سانحہ ماڈل ٹاؤن استغاثہ کیس کا حصہ بنایا جائے، ان قانونی اقدامات سے شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کو انصاف ملنے کی راہ ہموار ہوگی۔''

۲۔ دوسری قرارداد روہنگیا کے مظلوم مسلمانوں پر ہونیوالے مظالم کے خلاف منظور کی گئی۔ قرار داد میں کہا گیا کہ ''پاکستان عوامی تحریک کی فیڈرل کونسل کا آج کا اجلاس روہنگیا مسلمانوں کے ساتھ برما حکومت کے انسانیت سوز مظالم کی شدید الفاظ میں مذمت کرتا ہے اور اقوام متحدہ سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ فوری طور پر برما میں فیکٹ فائنڈنگ مشن بھیجے، ظلم و بربریت بند کروائے، انٹرنیشنل میڈیا کو متاثرہ علاقہ میں جانے کی اجازت دلوائے اور روہنگیا مسلمانوں کی نسل کشی میں ملوث حکومتی و غیر حکومتی افراد کے خلاف عالمی عدالت انصاف میں مقدمہ چلایا جائے۔ آج کا یہ اجلاس او آئی سی سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ہجرت کرنے والے روہنگیا مسلمانوں کی بحالی کیلئے فنڈ قائم کرے اور ان مسلمانوں کے عالمی سطح پر تسلیم شدہ شہری حقوق کی فراہمی کیلئے یو این او میں آواز اٹھائے۔''

۳۔ تیسری قرار دار سپریم کورٹ کی طرف سے کرپشن کے خاتمے کے حوالے سے دیئے جانیوالے آئینی فیصلوں کی ستائش میں منظور کی گئی قرار داد میں کہا گیا کہ ''پاکستان عوامی تحریک کی فیڈرل کونسل کا آج کا اجلاس پاناما کے کرپٹ کرداروں کے خلاف آئین و قانون کے مطابق جرأت مندانہ فیصلے کرنے پر سپریم کورٹ آف پاکستان کو خراج تحسین پیش کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ سپریم کورٹ کے حالیہ شاندار آئینی و قانونی کردار سے کرپشن کو جڑ سے کاٹنے میں مدد ملے گی۔ آج کا اجلاس قرار دیتا ہے کہ کرپشن کے جملہ مقدمات اور ریفرنسز پر قانون کے مطابق مقررہ مدت کے اندر فیصلے کیے جائیں اور کرپشن ثابت ہونے پر اہم عہدوں پر براجمان کرپٹ عناصر کو مثالی سزائیں دی جائیں۔''

۴۔ چوتھی اور آخری قرار دادمہنگائی اور غیر ملکی قرضے لیئے جانے سے متعلق تھی۔ قرار داد میں کہا گیا کہ ''پاکستان عوامی تحریک کی فیڈرل کونسل کا آج کا اجلاس قانونی حد سے متجاوز غیر ملکی قرضے لیے جانے پر تشویش کا اظہار کرتا ہے اور سمجھتا ہے بے تحاشا قرضوں اور سود کی ادائیگی سے تعلیم، صحت کے منصوبہ جات بری طرح متاثر ہورہے ہیں اور ملکی معیشت شدید دباؤ کا شکار ہے۔ لہٰذا قرضے اتارنے کا لائحہ عمل مرتب کیا جائے اور مزید قرضے لینے کا سلسلہ بند کیا جائے۔ نیز آج کا اجلاس مصنوعی مہنگائی، پیاز، ٹماٹر، پھلوں، سبزیوں کی قیمتوں میں ہوشربا اضافے کو حکومت کی مکمل ناکامی قرار دیتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے کہ مصنوعی مہنگائی کو کنٹرول کیا جائے اور ناجائز منافع خوروں اور ذخیرہ اندوزوں کے خلاف سخت کارروائی کی جائے۔''

❁❁❁❁

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین
ماہنامہ منہاج القرآن
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری اور تحریک منہاج القرآن کے مصطفوی پیغام کو اپنے علاقے میں موجود پبلک لائبریریز، کالجز، سکولز، عوامی مقامات، دوست احباب اور علاقے کی موثر شخصیات تک پہنچانے کے لئے
سالانہ خریداری کی صورت میں تحفۃً بھجوائیں
فی شمارہ: 35 روپے
سالانہ خریداری: 350 روپے
365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 042-111-140-140 Ext:128
www.minhaj.info Email:mqmujallah@gmail.com

منہاج ایجوکیشن سوسائٹی کے زیر اہتمام فرید ملت سکالرشپ ایوارڈ کی تقریب

لاہور بورڈ (انٹرمیڈیٹ امتحانات) میں کالج آف شریعہ کے طالب علم کی پہلی پوزیشن

تحریک منہاج القرآن کے عظیم تعلیمی ادارہ کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز کے طالب علم محمد نقیب اعظم نے انٹرمیڈیٹ کے امتحانات میں 1100 میں سے 992 نمبر حاصل کر کے لاہور بورڈ (آرٹس گروپ) میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اس کامیابی پر طالب علم محمد نقیب اعظم کو خصوصی مبارکباد دی اور دعاؤں سے نوازا۔ ہم اس عظیم کامیابی پر طالب علم محمد نقیب اعظم اور کالج آف شریعہ کے جملہ اساتذہ کرام کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔ دعا گو ہیں کہ کالج آف شریعہ تعلیمی میدان میں اسی طرح مزید کامیابیوں سے ہمکنار ہو اور جہالت کے اندھیروں کے خاتمہ اور شعور کی بیداری کے لئے اپنا اہم کردار ادا کرتا رہے۔

Monthly
MINHAJ-UL-QURAN
LAHORE
OCT-2017
Regd CPL No.41

شیوخ الحدیث، علماء کرام، علومِ اسلامیہ کے پروفیسرز اور جامعات کے طلبہ وطالبات کیلئے

سہ روزہ

دورہ علوم الحدیث

حُجَّۃُ المُحَدِّثِین

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ

(بانی وسرپرست اعلیٰ تحریک منہاج القرآن)

ارشاد فرمائیں گے

علم انواع ومصطلحات الحدیث	قواعد الجرح والتعدیل	علم طبقات الرجال
علم مراتب کتبِ الحدیث	دیگر ضروری فنی مباحث واحکام	

ان شاء اللہ
پروگرام

7,8,9 اکتوبر 2017ء
ہفتہ، اتوار، پیر

روزانہ
پہلی نشست 12:00 تا 4:30 بجے
دوسری نشست 7:00 تا 9:30 بجے

بمقام
جامع المنہاج بغداد ٹاؤن (ٹاؤن شپ) لاہور

رجسٹریشن کی آخری تاریخ 4 اکتوبر 2017ء
رجسٹریشن فیس مبلغ -/500 روپے

اپنی علاقائی تنظیم یا مرکزی دفتر علماء کونسل میں رجسٹریشن کروائیں۔

نوٹ: شرکاء کو علوم الحدیث کی اسناد بھی دی جائیں گی۔

منہاج القرآن علماء کونسل

0304-4267903
0300-9525969
0300-4468660
0307-4792198